عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

قیمت: ۱۰ روپے

جلد: ۳۵ | یکم تا ۷ر شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ مطابق ۸ تا ۱۵ر مئی ۲۰۱۶ء | شمارہ: ۱۸

محرم رازِ نبوۃ
حضرت حذیفہ بن الیمانؓ

حقوقِ نسواں کی تحریک اور اسلام

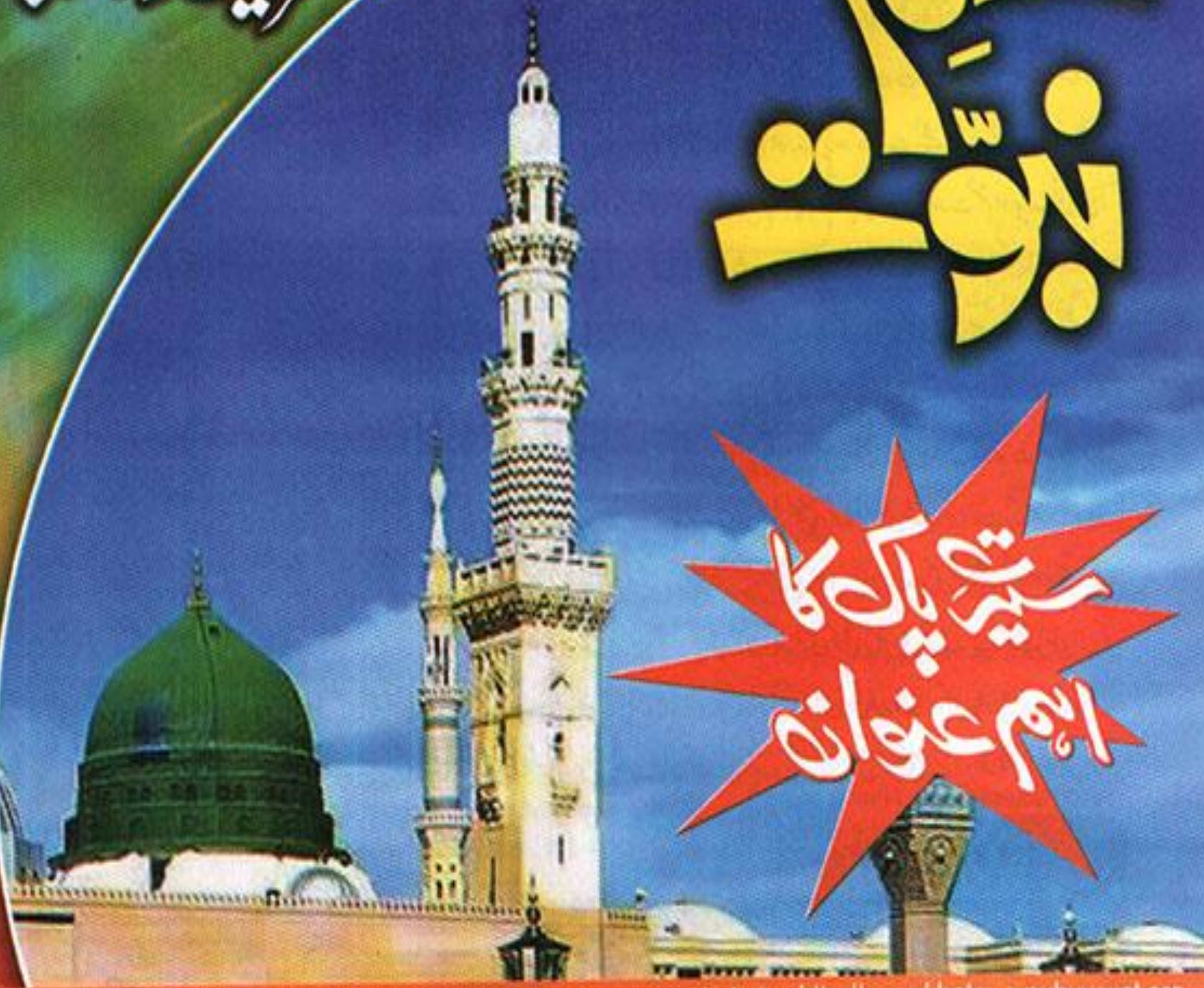

ختمِ نبوّت

سیرتِ پاک کا اہم عنوان

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

Email: editorkn@yahoo.com

طلاق کے بعد مہر اور جہیز کا سامان لینا

س:...... میری بچی کو اس کے شوہر نے ایک ہی مرتبہ میں ۳دفعہ کہا کہ: "میں تم کو طلاق دیتا ہوں" اس کے بعد مجھے کال کر کے کہا کہ "چچا آپ اس کو لے جاؤ، میں نے اس کو طلاق دے دی ہے۔" اس وقت میری بچی اور اس کی دوسری بہن موجود تھی، آپ شرع کے مطابق مجھے بتائیں کہ یہ طلاق ہوگئی ہے؟ اور ان کا دیا ہوا سامان کپڑے اور سونا ہم رکھ سکتے ہیں کہ نہیں؟ حق مہر پانچ لاکھ ہے وہ ہم لینا چاہتے ہیں۔

ج:...... صورت مسئولہ میں شوہر نے چونکہ تین طلاق دے دی ہیں، اس لئے یہ طلاق مغلظہ ہوگئی اور بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو چکی ہے اور شوہر نے بیوی کا مہر ابھی تک ادا نہیں کیا تھا، اس لئے اب اس کے ذمہ لازم ہے کہ وہ مکمل مہر ادا کردے۔ باقی شادی کے موقع پر لڑکے والوں کی طرف سے بری وغیرہ کی صورت میں لڑکی کو جو تحفے تحائف دیے گئے تھے وہ اب لڑکی کی ملکیت ہیں، اس سے واپس لینا درست نہیں۔ ہاں اگر زیور وغیرہ لڑکے والوں نے صرف پہننے کے لئے عاریتاً دیا تھا بطور ملکیت نہیں دیا تو وہ لوگ واپس لینے کے حقدار ہوں گے، لیکن اگر لڑکی کو بطور ملکیت دے دیا تھا تو اب طلاق ہو جانے کے بعد اس سے واپس لینا درست نہیں ہوگا۔ اسی طرح لڑکی والوں نے بھی جو تحفے تحائف لڑکے کو شادی کے موقع پر دیے تھے وہ بھی اب اس لڑکے سے واپس لینا صحیح نہیں کیونکہ وہ لڑکے کی ملکیت ہیں اور جہیز کا سامان جس حالت میں بھی ہو، لڑکی والے اسی حالت میں لینے کے حقدار ہیں۔

طلاق کو واپس لینے کا اختیار نہیں ہوتا

س:...... میرے داماد نے غصہ کی حالت میں میری بیٹی سے کہا کہ اگر تم اپنی بہنوں میں سے کسی بہن کے گھر بھی گئیں تو تجھے طلاق۔ صرف ایک بار طلاق کا لفظ کہا ہے، کیا اس کا کوئی کفارہ وغیرہ ہے؟ میری بیٹی ابھی تک اپنی کسی بہن کے گھر نہیں گئی، لیکن ظاہر ہے کہ دکھ سکھ میں ساتھ دینا پڑتا ہے، اگر بھی بھولے سے میری بیٹی چلی جائے تو طلاق ہو جائے گی؟ کیا اس کا کوئی حل ہے؟

ج:...... یہ طلاق معلق بالشرط ہے جیسے ہی شرط پائی جائے گی طلاق خود بخود ہو جائے گی۔ طلاق کا لفظ منہ سے نکالنے کے بعد اسے واپس لینے کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، چونکہ شوہر نے ایک طلاق کو شرط سے معلق کیا ہے، اس لئے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی عدت کے اندر اندر شوہر کو رجوع کر لینے کا حق حاصل ہے اور آئندہ کے لئے اس کے پاس صرف دو طلاق کا حق باقی رہے گا۔

س:...... طلاق یا شوہر کی وفات کی صورت میں عورت پر عدت گزارنی ضروری ہے کیا عدت پوری ہونے پر عدت سے نکلنے کے لئے کوئی رسم وغیرہ ہوتی ہے یعنی گھر سے نکلنا ضروری ہوتا ہے یا خود بخود عدت ختم ہو جائے گی؟ اور کیا عدت میں بیٹھی ہوئی عورت دروازہ وغیرہ کھولنے بھی نہیں جا سکتی؟

ج:...... شوہر کے طلاق دیتے ہی یا اس کا انتقال ہونے کے ساتھ ہی عدت شروع ہو جاتی ہے، عورت چاہے عدت کی نیت کرے یا نہ کرے، اس کے احکامات اور پابندیاں لازم ہو جاتی ہیں یعنی طلاق مغلظہ اور عدت وفات والی عورت کے لئے زیب و زینت اختیار کرنا اور بغیر شدید ضرورت کے گھر سے باہر جانا جائز نہیں۔ اسی طرح وقت پورا ہونے پر عدت بھی خود بخود ختم ہو جاتی ہے، کسی رسم وغیرہ کی قید نہیں بلکہ ایسی کوئی رسم اپنی طرف سے بنا لینا اور اس کو ضروری سمجھنا بدعت ہوگا۔ باقی گھر میں کوئی اور دروازہ کھولنے والا نہ ہو تو دروازہ وغیرہ کھولنے جا سکتی ہے، پورے گھر میں چل پھر سکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

مجلس

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۵ — یکم تا ۷ رشعبان المعظم ۱۴۳۷ھ مطابق ۸ تا ۱۵ رمئی ۲۰۱۶ء — شمارہ:۱۸

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش

محمد ارشد خرم محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

جرم و سزا سے متعلق اسلامی نظریہ	۴	اداریہ
حقوق نسواں کی تحریک اور اسلام	۶	مولانا ندیم الواجدی
محرمِ رازِ نبوت حضرت حذیفہ بن الیمانؓ	۱۱	محمد عبداللہ صدیقی
فتنہ پرور تحریکیں اور دینی دعوت کا طریقہ کار (۲)	۱۳	ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
ختم نبوت.... سیرت پاک کا اہم عنوان ہے	۱۸	مولانا محمد رحمت اللہ کشمیر
کیا اسلام کی اشاعت میں جبر و اکراہ کا دخل ہے؟ (۲)	۲۰	مولانا محمد اسرار الحق قاسمی
مولانا شجاع آبادی کے تبلیغی اسفار	۲۳	ادارہ

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019

AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

بنیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

جرم وسزا سے متعلق

اسلامی نظریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

اسلام مخلوق خدا پر رحم کرنے کا سب سے بڑا داعی ہے اور اس کا ایک ایک حکم سراپا رحمت ہے اور وہ ارحم الرحمین کا نازل کردہ دین ہے اور حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اس دین کو لے کر آئے ہیں، اسلام کے نظریہ رحمت کا ایک عام منشور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے:

’’رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔‘‘

اسلام کی رحمت عامہ کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ تمام افراد جو اسلامی حکومت کے زیر سایہ ہوں، ان کی جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کی مکمل ضمانت دیتا ہے اور کسی بڑے سے بڑے اور جبار کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی کمزور سے کمزور فرد پر دست درازی کرے، امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے خطبوں میں فرمایا کرتے تھے:

’’میری شدت اور سختی صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو مسلمانوں پر ظلم وتعدی کا ہاتھ لمبا کریں گے، ورنہ اہل دین اور پسندیدہ لوگوں کے سامنے میں تم سب سے زیادہ کمزور اور رحم دل ہوں اور اگر مجھے کوئی ایسا شخص ملا جو کسی پر ظلم وتعدی کرتا ہے تو میں اس کے ایک گال زمین پر رکھ کر اس کے دوسرے گال پر اپنا پاؤں رکھوں گا، یہاں تک کہ اسے حق کے سامنے جھکنا پڑے گا۔‘‘

اسلام ان فرعونوں کو کسی رحم کا مستحق نہیں سمجھتا جو لوگوں کی جان ومال سے کھیلتے ہیں جو عصمتوں کو اپنی بہیمیت کا نشانہ بناتے ہیں اور جو بے گناہ خون سے خدا کی زمین کو رنگین بناتے ہیں، بلکہ اسلام ان لوگوں پر رحم کرنا ضروری سمجھتا ہے جو ان ظلم پیشہ مست لوگوں کے پاؤں تلے کچلے جاتے ہیں، وہ قاتل سے مقتول کا بدلہ لے کر اعلان کرتا ہے:

’’وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔‘‘ (البقرہ:۱۷۹)

ترجمہ: ’’اور تمہارے لئے بدلہ لینے میں زندگی ہے، اے عقلمندو! کہ اسی کے ذریعہ خون ناحق سے بچ سکو گے۔‘‘

اسلام، خدا کی زمین میں کسی کو فتنہ وفساد پھیلانے کی اجازت نہیں دیتا اور جو شخص اس کا مرتکب ہو، اس کو کیفر کردار تک پہنچانا عین تقاضائے رحمت سمجھتا

ہے، کیونکہ:

”نکوئی بابداں کردن چناں است

کہ بدکردن بجائے نیک مرداں“

خون ناحق کا معاملہ تو اسلام کے نزدیک ایسا سنگین ہے کہ ایک فرد کا ناحق قتل گویا ساری امت کو قتل کرنے کے مترادف ہے، تاہم اسلام اولیاء مقتول کو یہ حق دیتا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اس پر رحم کرتے ہوئے اس کی جان بخشی کرسکتے ہیں، مگر یہ بھی اس صورت میں ہے کہ اگر قتل سادہ شکل میں وقوع پذیر ہوا ہو، لیکن اگر قتل برسرعام منظم شکل میں ہوا ہو تو اسلام کی نظر میں ڈکیتی اور رہزنی ہے، اس صورت میں معاف کرنے کا حق مقتول کے ورثا کو بھی حاصل نہیں۔

اسلام، جرم وسزا کے معاملے میں امیر وغریب، شریف ورذیل اور بڑے چھوٹے کی تفریق کا روادار نہیں، اس کی نظر میں اعلیٰ وادنیٰ سب برابر ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”تم سے پہلی قومیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ اگر کوئی بڑا آدمی جرم کرتا تھا تو اسے معاف کردیتے تھے، اور اگر چھوٹا آدمی جرم کا مرتکب ہوتا تو اس پر سزا جاری کردیتے تھے۔“

قاتل کو معاف کرنے کے سلسلہ میں بعض لوگوں کی طرف سے یہ نظیر پیش کی جاتی ہے کہ حضرت عمرؓ کے قتل کے شبہ میں ان کے صاحبزادے نے ایک ذمی کو قتل کردیا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان صاحبزادے سے قصاص نہیں لیا، بلکہ اپنے پاس سے مقتول کی دیت بیت المال کو ادا کردی، یہ نظیر پیش کرنے والے حضرات اس واقعہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ امیر المومنین کو قاتل کی جان بخشی کا ہر حال میں حق ہے مگر یہ نتیجہ سراسر غلط ہے، اس واقعہ میں مقتول کا کوئی نسبی وارث موجود نہیں تھا اور امیر المومنین ہی ولایت عامہ کی بنا پر اس کے ولی تھے، اس لئے انہوں نے بحیثیت ولی مقتول کے قاتل کو معاف کرکے اس کی دیت خود ادا فرمائی تھی، اس لئے اس نظیر کا اطلاق ان مقتولوں پر نہیں ہوتا جن کے وارث موجود ہوں اور نہ ان مقتولوں پر ہوتا ہے جن کو ڈکیتی اور رہزنی کا نشانہ بنایا گیا ہو۔ بعض لوگوں کی طرف سے سیاسی حالات کے حوالے سے ”قاتل پر رحم“ کی اپیلیں کی جاتی ہیں، مگر اسلام کی نظر میں سیاسی حالات میں بگاڑ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اسلامی حکومت، مظلوم کو ظالم سے بدلہ دلانے میں ناکام رہے اور ظالموں کو یہ اطمینان ہو کہ وہ مخلوق خدا پر ظلم وتعدی کے پہاڑ توڑنے کے بعد بھی سیاسی حالات بگاڑ کر سزا سے بچ رہیں گے۔

اسلام مظلوموں کی حمایت کو تقاضائے رحمت سمجھتا ہے اور ظالموں اور قاتلوں کی حمایت کو ”جذبۂ رحم“ نہیں بلکہ ”جذبۂ شقاوت“ تصور کرتا ہے، وہ لوگوں کو متنبہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

”وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۤصَّةً“ (انفال:۲۵)

ترجمہ: ”اور اس فتنے سے ڈرو جو تم میں سے صرف ظالموں تک محدود نہیں رہے گا (بلکہ دوسرے لوگ بھی اس کی لپیٹ میں) آجائیں گے۔“

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین

حقوقِ نسواں کی تحریک اور اسلام

مولانا ندیم الواجدی

اقوام متحدہ دنیا کے اہم سیاسی معاملات میں اپنا کردار ادا کرنے کے بجائے اب معاشرے کے مختلف طبقات کے نام پر ڈے (دن) منانے کی سیاست تک محدود ہوکر رہ گیا ہے۔ ۱۹۴۵ء میں اس ادارے کی تشکیل عمل میں آئی، ۱۹۴۶ء میں انسانی حقوق کمیشن اور اس کے فوراً بعد خواتین کمیشن بنا۔

انسانیت کے نام نہاد ٹھیکیداروں کو ٹھیک اس وقت جب برطانیہ اور دوسرے یورپین ممالک ایشیا اور افریقا کے بے شمار ملکوں پر غاصبانہ قبضہ کئے ہوئے تھے اور مقبوضہ ممالک میں ان کے خلاف آزادی کی تحریک چل رہی تھی یہ خیال ستانے لگا کہ انسانوں کے بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں اور نصف انسانیت یعنی عورتیں بھی مردوں کی طرح کچھ حقوق رکھتی ہیں، ان طبقات کو ان کے حقوق سے محروم کردیا گیا ہے اور اب اقوامِ متحدہ کا فرض ہے کہ وہ خواتین سمیت تمام انسانوں کے حقوق کی بازیابی کے لئے جدوجہد کرے، اس وقت سے عورتوں کے حقوق کی صدائے بازگشت سنائی دے رہی ہے۔

اس سلسلے میں خواتین کی پہلی عالمی کانفرنس میکسیکو میں ۱۹۷۵ء میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کے بعد دنیا کے مختلف ملکوں میں کانفرنسوں کا انعقاد عمل میں آیا۔ دسمبر ۱۹۷۹ء میں حقوق نسواں کے لئے ایک عالمی معاہدے کا مسودہ تیار کیا گیا جس کا عنوان ہے "کنونشن فار الیمنیشن آف ڈسکریمنیشن اگینسٹ ویمن" اس طویل عبارت کو CEDAW (سیڈو) کے لفظ سے بھی ادا کیا گیا ہے۔ اس معاہدے میں لگ بھگ تیس دفعات ہیں، ان میں سے سولہ دفعات خواتین کے مختلف حقوق سے تعلق رکھتی ہیں۔

اس معاہدے کا حاصل یہ ہے کہ عورت اور مرد کے درمیان مساوات قائم کرنے کے لئے ہر طرح کا امتیاز ختم کیا جائے، اب تک اس معاہدے پر ایک سو پچاس ممالک دستخط کرچکے ہیں، اس کے باوجود یہ سوال ابھی تک قائم ہے کہ کیا عورتوں کی حالت سدھر گئی ہے؟ کیا وہ باعزت زندگی گزار رہی ہیں؟ کیا انہیں حقیقی آزادی اور مکمل تحفظ حاصل ہے، کیا وہ مردوں کے غلبے والے نظام میں اپنے لئے مضبوط پوزیشن حاصل کرنے میں کامیاب رہی ہیں؟ عورتوں کا صرف یہی ایک حق نہیں ہے کہ وہ سیاسی ایوانوں میں اپنی نمائندگی درج کرائیں، کارخانوں اور دفتروں میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کریں، مردوں کی طرح کما کر لائیں اور ثابت کریں کہ وہ اپنی معیشت کے لئے باپ، بھائی یا شوہر کی محتاج نہیں ہیں۔ عورتوں کا حق یہ بھی ہے کہ ان کو عزت واحترام دیا جائے، ان کو دل بہلانے کا کھلونا بنا کر نہ رکھا جائے، معاشرے میں ان کو بھرپور تحفظ دیا جائے اور ان پر اتنا ہی بوجھ ڈالا جائے جس کی وہ جسمانی ہیئت ترکیبی کے لحاظ سے متحمل ہوسکتی ہوں۔ مساوات ترقی اور تحفظ کے نام سے کانفرنسیں تو بہت کی جاتی ہیں، بین الاقوامی سطح پر خواتین کمیشن بھی ہے، دنیا کے بہت سے ملکوں نے بھی خواتین کمیشن بنالئے ہیں، ہر سال ۸/ مارچ کو یوم خواتین بھی منعقد کیا جاتا ہے، مگر عورتیں آج بھی دوسرے درجے کی شہری ہیں، برابری کے نام پر ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک کیا جاتا ہے، ترقی کے نام پر ان کا معاشی استحصال کیا جاتا ہے، عورتیں خوش ہیں کہ وہ مردوں کے برابر آگئی ہیں اور مرد خوش ہیں کہ وہ نصف انسانیت کو بے وقوف بنانے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔

عورت کی یہ درگت اس لئے بن رہی ہے کہ عورتوں کے سلسلے میں اسلام کے جو مسلّمہ اصول ہیں ان کو نظر انداز کرکے ترقی اور مساوات کی بات کی جارہی ہے، عورتوں کے لئے یہ افسوسناک صورت حال اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک اسلام کے اصولوں پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

> اسلام نے عورت کو اس کی پیدائش سے لے کر موت تک اور اس کے بعد کی زندگی میں مردوں کے مساوی حقوق دیئے ہیں، یہ تعلیمات قرآن کریم، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جگہ جگہ بکھری ہوئی ہیں اور خود اسوۂ نبی سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے محض حقوق ہی بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رسول سے ان پر عمل بھی کرایا ہے۔

عورت کے سلسلے میں اسلام کا جو موقف ہے وہ فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے اور عقل بھی اسے تسلیم کرتی ہے۔ یہ دنیا کا واحد مذہب ہے جس نے عورت کو پستیوں سے نکال کر اوج ثریا تک پہنچایا ہے، اسلام سے پہلے دنیا میں جو تہذیبیں تھیں اور جن قوموں کو اپنے تمدن پر ناز تھا، ان میں عورتوں کا کیا مقام و مرتبہ تھا، پوری دنیا اس سے واقف ہے۔

یونانی قوم میں عورت کو کسی طرح کی کوئی آزادی حاصل نہیں تھی، نہ وہ اپنے ارادے اور خواہش سے کچھ کرسکتی تھی اور نہ اپنے معاملات میں خود مختار تھی، بازار کے سامانِ تجارت کی طرح اسے فروخت کردیا جاتا تھا۔ عورت کی اس سے زیادہ ضرورت نہ تھی کہ وہ مردوں کی جنسی خواہش کی تکمیل کرے اور ان کی خدمت میں لگی رہے۔ رومن قوم کا حال ان سے بھی بدتر تھا، وہ تو عورتوں کو جسمانی سزائیں دینے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے، رومن مردوں کو یہ بھی حق حاصل تھا کہ وہ کسی بھی الزام کی آڑ میں اپنی عورتوں کو پھانسی پر لٹکادیں، بچوں کو فروخت کردینا اور ناپسندیدہ یا غیر طلبیدہ بچوں کو قتل کروا ڈالنا ان کا شیوہ تھا۔

ہندوؤں میں مردوں کو عورتوں کے بھگوان کا درجہ حاصل تھا، عورتیں ان کا سایہ بن کر زندگی گزارتیں وہ سانس لیتے تو ان کو بھی سانس لینے کی اجازت ہوتی، وہ مرجاتے تو ان کی عورتوں بھی ستی ہوجاتیں، کوئی ذلت ایسی نہیں تھی جو ان کی قسمت میں نہ ہو۔

یہودیوں کے یہاں بھی عورتوں کو نوکرانی اور خادمہ کی حیثیت حاصل تھی، وہ عورتوں کو حق وراثت سے قطعی طور پر محروم رکھتے تھے تاکہ خاندان میں مردوں کی قوامیت اور حاکمیت اعلیٰ متاثر نہ ہو۔ حائضہ عورت تو ان کے نزدیک سر سے پاؤں تک ناپاک ہوجاتی تھی، اسے کسی چیز کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہ تھی، جس چیز کو وہ ہاتھ لگالیتی وہ ناپاک سمجھی جاتی، بہت سے خاندانوں میں حیض کی حالت میں عورتوں کو گھر سے باہر نکال دیا جاتا، جب تک وہ پاک نہ ہوجاتیں ان کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔

نصاریٰ کے یہاں عورتوں کو شیطان کا دروازہ اور فتنہ گری کا سامان سمجھا جاتا تھا، یہ تصور عام تھا کہ عورتوں کے ذریعے ہی شیطان نفسِ انسانی تک رسائی حاصل کرتا ہے، یہ وہی بدترین مخلوق ہے جس نے انسان کو شجر ملعون تک پہنچایا اور اس کو قانون الٰہی کی خلاف ورزی پر اکسایا، یہ تصور سولہویں صدی تک عام رہا۔

> عورت باپ کے ترکے میں بھی حصہ دار ہے، شوہر کے ترکے میں بھی اس کا آٹھواں حصہ ہے اور بیٹے کے مال وراثت میں بھی شریک ہے، اس کے لئے حق ملکیت بھی ہے وہ کاروبار بھی کرسکتی ہے، اسے ملازمت کا بھی حق ہے، ایک آزاد شہری کی حیثیت سے جان، مال، عزت آبرو کی حفاظت کے ساتھ اس کو تمام شہری حقوق میسر ہیں

انگلستان کے بادشاہ ہنری ثامن کے دور میں عورتوں کی اس حالت زار پر غور کرنے کے بعد بعض عیسائی علماء کی تحریک پر یہ تجویز پاس کی گئی کہ عورت کو انسان سمجھا جائے، اگرچہ اس کی تخلیق مرد کی خدمت کے لئے عمل میں لائی گئی ہے۔

فارس کا حال تو اور بھی خراب تھا، اس قوم کے طاقتور لوگ کمزوروں کے مال واسباب پر جب چاہتے زور زبردستی قبضہ کرلیتے، مال واسباب کا دائرہ زمین، جائیداد اور مال ومتاع تک محدود نہ تھا بلکہ عورتیں اور بچے بھی مال واسباب کے ضمن میں آتے، اس قوم میں نہ باپ بیٹے کو پہچانتا تھا اور نہ بیٹا اپنے باپ سے واقف تھا۔

اسلام سے پہلے عربوں کا بھی یہی حال تھا، اسی لئے اسے دورِ جاہلیت سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس زمانے کی عورتیں سامانِ تجارت کی طرح خریدی اور بیچی جاتی تھیں، ان کو منحوس سمجھا جاتا تھا، لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کردیا جاتا تھا، ان کو زمین، جائیداد کی طرح مرنے والے کی وراثت سمجھ کر ورثا میں تقسیم کردیا جاتا تھا، دناءت کی انتہا یہ تھی کہ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کرلیتا تھا۔ (تفسیر قرطبی:۵/۱۰۵)

دورِ جاہلیت کی عورت کا حال جاننا ہو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ایک جملہ کافی ہے: "بخدا! ہم دورِ جاہلیت میں عورتوں کو ذرا اہمیت نہ دیتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں احکامات نازل کئے اور ان کو وہ عطا کیا جو اس نے عطا کرنا چاہا۔" (صحیح بخاری:۱۴/۲۰۷)

اسلام آیا تو اس نے دورِ جاہلیت کی ان تمام نجاستوں کو اپنی تعلیمات کے صاف شفاف پانی سے اس طرح دھویا کہ تمام حقیقتیں اپنے حسن و جمال اور شرف و کمال کے ساتھ نکھر کر سامنے آگئیں، اس زمانے میں عورتوں کو معاشرے کی سب سے گری ہوئی ہستی اور بے حقیقت شے سمجھا جاتا تھا، اسلام نے انہیں عزت و توقیر عطا کی، ان کی انسانیت کو نمایاں کیا، ان کی صلاحیتوں کو جلا بخشی، ان کو مردوں کی طرح معاشرے کا ایک ذمہ دار عنصر ٹھہرایا اور اعلان کیا کہ عورتوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہیں جو مردوں کو حاصل ہیں، کیونکہ وہ ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں، دونوں کے باپ آدم اور ماں حوا ہیں، دونوں اصل کے اعتبار سے بھی برابر ہیں اور عام انسانی خصوصیات کے لحاظ سے بھی ایک ہیں:

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔" (الحجرات:۱۳)

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا ہے اور جس سے اس کی بیوی پیدا کی ہے، پھران دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کی ہیں۔" (النساء:۱)

"وہی ہے جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا ہے۔" (الاعراف:۱۸۹)

تخلیق کے اس مظہر کی طرف اس حدیث میں بھی اشارہ فرمایا گیا:

"انما النساء شقائق الرجال۔"

(مسند احمد:۶/۲۵۶، سنن ابوداؤد:۱/۱۶)

عورتیں مردوں ہی جیسی ہیں۔ مرد و عورت نہ صرف تخلیق میں یکساں ہیں بلکہ عمل اور جزاء عمل میں بھی برابری کے درجے میں ہیں، ایسا نہیں کہ مرد کو کسی عمل کا ثواب زیادہ اور عورت کو کم ملے گا:

"جو شخص کوئی نیک کام کرے گا، مرد ہو یا عورت ہو، بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو بہترین زندگی عطا کریں گے اور ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان کا اجر دیں گے۔" (النحل:۹۷)

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بہت ہی نیکیوں کو مرد و عورت دونوں کی طرف منسوب کرتے ہوئے دونوں کے لئے مغفرت اور اجرِ کریم کا وعدہ فرمایا ہے:

"بے شک اسلام کے کام کرنے والے مرد اور اسلام کے کام کرنے والی عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور ڈرنے والے مرد اور ڈرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور بکثرت خدا کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں، ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔" (الاحزاب:۳۵)

عورتوں کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے عورت کو اس کی پیدائش سے لے کر موت تک اور اس کے بعد کی زندگی میں مردوں کے مساوی حقوق دیئے ہیں، یہ تعلیمات قرآن کریم، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جگہ جگہ بکھری ہوئی ہیں اور خود اسوۂ نبی سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے محض حقوق ہی بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رسول سے ان پر عمل بھی کرایا ہے۔

آج جو احادیث ہم تک پہنچی ہیں اور جن پر فقہ و شریعت کی مضبوط عمارت استوار ہے ان میں سے بے شمار روایات خواتین سے بھی مروی ہیں، کیا زیورِ علم سے آراستہ ہوئے بغیر وہ درس حدیث دے سکتی تھیں

اسلام سے پہلے لوگ اپنی بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی مار دیا کرتے تھے، اسلام نے بیٹیوں کے فضائل بیان کرکے اس رسم بد کا خاتمہ کیا، بچیوں کی تعلیم و تربیت پر جنت کی بشارت دے کر لوگوں کو بچیوں کی طرف مائل کیا، یہاں تک کہ لوگوں کے دل و دماغ سے یہ خیال نکل گیا کہ بیٹیاں ان کے لئے بوجھ ہیں اور یہ کہ اس بوجھ سے انہیں پیچھا چھڑا لینا چاہئے جس کے گھر میں بچی پیدا ہوتی وہ اس کی تعلیم و تربیت پر پورا دھیان دیتا، اسی لئے اسلامی تاریخ ایسی خواتین کے کارناموں سے بھری پڑی ہے، جنہوں نے علم، ادب، سیاست، تجارت، دین اور دنیا کے دوسرے شعبوں میں ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں، باپ کی ذمہ داری صرف یہی نہیں ہے کہ وہ اپنی بچیوں کی پرورش کرے بلکہ جب وہ بالغ ہو جائیں تو ان کی مرضی کا لحاظ رکھتے ہوئے اچھی جگہ پر ان کا نکاح کرنا بھی اس کے فرائض منصبی میں داخل ہے، اگرچہ وہ نکاح کے بعد باپ کے گھر سے رخصت ہو کر شوہر کے خاندان میں شامل ہو جاتی ہے مگر باپ سے اس کا رشتہ اس کی موت سے منقطع نہیں ہوتا بلکہ مرنے کے بعد بھی استوار رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے باپ کی میراث میں حصہ پانے کی حق دار ہے۔

نکاح میں حق مہر متعین کرکے عورت کو اعزاز بھی بخشا اور مالی اعتبار سے اس کے کمزور پہلو کو اوپر اٹھانے کی کوشش بھی کی، نکاح کے بعد بیوی کا یہ حق ٹھہرا کہ شوہر اس کے لئے نان نفقہ کا انتظام کرے، لباس اور مکان فراہم کرے، بشرط استطاعت خدمت گار بھی متعین کرے، شوہر کو ہدایت کی کہ وہ بیوی کی دلجوئی کرے، کیونکہ وہ اپنا خاندان چھوڑ کر اس کے گھر آئی ہے۔

ہم سب کے مقتدا اور پیشوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی غیر معمولی دعوتی اور انتظامی مصروفیات کے باوجود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حبشیوں کا تماشا دکھلاتے ہیں، خوشی کے مواقع پر ان کی سہیلیوں کو جمع ہو کر تفریحی مشاغل اختیار کرنے کی اجازت دیتے ہیں، ان کی دلجوئی کے لئے دوڑ کا

مقابلہ کرتے ہیں، ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مقابلے میں آگے بڑھ جاتے ہیں تو دوسری مرتبہ پیچھے بھی رہ جاتے ہیں۔

عورت صاحب اولاد ہوتی ہے تو اس کے بچوں کو بتلایا جاتا ہے کہ ماں کا حق باپ سے تین گنا زیادہ ہے، عورت باپ کے ترکے میں بھی حصہ دار ہے، شوہر کے ترکے میں بھی اس کا آٹھواں حصہ ہے اور بیٹے کے مال وراثت میں بھی شریک ہے، اس کے لئے حق ملکیت بھی ہے وہ کاروبار بھی کرسکتی ہے، اسے ملازمت کا بھی حق ہے، ایک آزاد شہری کی حیثیت سے جان، مال، عزت آبرو کی حفاظت کے ساتھ اس کو تمام شہری حقوق میسر ہیں۔

اسے مشورے دینے کا حق بھی ہے، صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشورے پر عمل فرما کر اس کی مثال قائم فرمادی ہے۔ عورت کے لئے کتنا بڑا اعزاز ہے کہ قرآن کریم کی ایک طویل سورت اس کے نام سے موسوم ہے، اس سورت میں عورت سے متعلق امور نہایت اہتمام کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں، ایک سورت مجادلہ بھی ہے جس کا آغاز ہی اس آیت سے ہوتا ہے کہ اللہ سات آسمانوں کے اوپر اس عورت کی بات سن رہا ہے جو اللہ کے نبی سے بحث کررہی ہے اور ان سے بات چیت کررہی ہے، قرآن کریم میں متعدد جگہوں پر عورتوں سے خاص طور پر خطاب کیا گیا ہے جو معاشرے میں ان کی اہمیت کو نمایاں کرتا ہے، اسی طرح قرآن کریم میں بعض ان خواتین کا بھی تذکرہ رہتا ہے جنہوں نے اپنے کردار و عمل سے تاریخ بنائی ہے جیسے فرعون کی بیوی آسیہ، جنہوں نے باطل کے درمیان رہ کر اپنے ایمان کو سلامت رکھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ جنہوں نے اپنے بچے کو فرعون کی فوجوں کے خوف سے دریا کی لہروں کے حوالے کردیا اور خود عزم و حوصلے کا پیکر بن کر گھر بیٹھ گئیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ جن کی پاکبازی کی قرآن کریم میں گواہی دی گئی اور جنہیں یہ بشارت سنائی گئی کہ اللہ نے دنیا کی تمام عورتوں پر ان کو فضیلت عطا کی ہے، ملکہ سبا جنہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کا خط ملنے کے بعد نہایت دانشمندی اور ہوشیاری کے ساتھ اپنی حکومت کے عمائدین کو پیغمبر علیہ السلام کی دعوت قبول کرنے پر آمادہ کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ جن کی پاکبازی کی قرآن کریم میں گواہی دی گئی اور جنہیں یہ بشارت سنائی گئی کہ اللہ نے دنیا کی تمام عورتوں پر ان کو فضیلت عطا کی ہے، ملکہ سبا جنہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کا خط ملنے کے بعد نہایت دانشمندی اور ہوشیاری کے ساتھ اپنی حکومت کے عمائدین کو پیغمبر علیہ السلام کی دعوت قبول کرنے پر آمادہ کیا۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام تراشی کی گئی۔ قرآن کریم نے خود ان کی برأت کا اعلان کیا، عورت کا اس سے بڑا اعزاز کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا کہ بچے کی حفاظت کے لئے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے صفا و مروہ پہاڑیوں کے درمیان جو تگ و دو کی تھی اس کو حج و عمرہ کا حصہ بنا کر یہ واضح کردیا کہ عورت کی قربانی ضائع نہیں جاتی، اللہ چاہے تو وہ اپنے جگر گوشے کے لئے کی جانے والی دوڑ دھوپ کو اس طرح بھی اعزاز بخش سکتا ہے، مرد اگر خاندان کا نگرانِ اعلیٰ ہے تو عورت بھی گھریلو امور کا مرکز اور محور ہے، مرد کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ بیوی بچوں کی کفالت کے لئے محنت کرے تو عورت کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اولاد کی پرورش اور شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری وشکر گزاری کے جذبات کے ساتھ خاندانی نظام کو مستحکم و استوار کرے، شوہر بیوی کے اس رشتے کو جو نازک بھی ہے اور مستحکم بھی، جو دلچسپ بھی ہے اور مشکل بھی، جس میں حقوق بھی ہیں اور فرائض بھی، جس میں ذمہ داریاں بھی ہیں اور مسائل بھی قرآن کریم نے اس کو ایک جملے میں اس طرح تعبیر کیا ہے کہ اس سے بہتر کوئی تعبیر دوسری نہیں ہوسکتی فرمایا:

”ھن لباس لکم وانتم لباس لھن“ (البقرۃ:۱۸۷)

ترجمہ: ”وہ عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان عورتوں کا لباس ہو۔“

اس کے باوجود اگر کبھی یہ رشتہ متاثر ہونے لگے تو جدائی کے راستے بھی بند نہیں ہیں تاکہ وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہوکر باقی زندگی سکون وآرام سے گزاریں، یوں نہیں کہ بادل نخواستہ اس رشتے کی تکلیف سہتے رہیں، مگر طلاق سے پہلے حکم کی مداخلت تصفیے اور صلح کے دروازے بھی کھلے رکھے گئے، کوشش یہ کی گئی ہے کہ یہ رشتہ جو خدا کے نام پر اس کے بتلائے ہوئے طریقے پر استوار ہوا تھا، بکھرنے نہ پائے، لیکن صلح و صفائی کے تمام امکانات معدوم ہوجائیں تو طلاق اور خلع کے ذریعے جدائی کا راستہ بھی ہے جو اگرچہ ناپسندیدہ ہے مگر فرد کی مصلحتوں کے پیش نظر اسے کھلا بھی رکھا گیا ہے۔

اسلام عورتوں کو تعلیم دینے سے منع نہیں کرتا، اگر ایسا ہوتا تو مسجد نبوی میں عورتوں کے خصوصی اجتماعات کیوں منعقد ہوا کرتے تھے محض اس لئے کہ مہاجر اور انصار عورتیں جمع ہوکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم ہدایت لے سکیں، آج جو احادیث ہم

تک پہنچی ہیں اور جن پر فقہ و شریعت کی مضبوط عمارت استوار ہے ان میں سے بے شمار روایات خواتین سے بھی مروی ہیں، کیا زیور علم سے آراستہ ہوئے بغیر وہ درس حدیث دے سکتی تھیں۔

اسلام نے عورت کو نہ تجارت سے روکا ہے اور نہ زراعت سے یا کسی دوسرے معاشی مشغلے سے، بنی قینقاع کے بازار میں ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کا سامان تجارت لے کر بیٹھنا روایات سے ثابت ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے لئے گھاس کاٹ کر لاتی تھیں، بہت سی صحابیات اپنے باغات اور زرعی زمینوں میں آب پاشی کیا کرتی تھیں۔ اسلام نے عورت کو قائدانہ کردار ادا کرنے سے بھی نہیں روکا اگر ضرورت ہو تو وہ یہ کردار بھی ادا کر سکتی ہے، جنگ جمل کے موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قیادت تاریخ اسلام کا ایک روشن باب ہے۔

اسلام نے عورتوں کے حقوق پر اس لئے بھی بڑا زور دیا ہے کہ اسلام سے پہلے ان کی حالت بڑی خراب تھی، خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نصف انسانیت کی اس حالت زار کا بچشم خود مشاہدہ فرما چکے تھے، آپ کا دل ان کی حالت دیکھ کر کڑھتا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے نہ صرف اپنے قول سے عورتوں کے عزت و وقار میں اضافہ کیا بلکہ جو کچھ فرمایا اس پر عمل بھی کر کے دکھلایا، یہاں تک کہ عورتوں کو بھی سربلندی حاصل ہوگئی، حالانکہ اس سے پہلے وہ دبی کچلی رہا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپؐ نے اپنے خطبے میں صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا:

"استوصوا بالنساء خیرا فانھن عند کم عوان۔" (ابن ماجہ: ۲۳۳۶)

ترجمہ: "عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو، کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدی کی طرح ہیں۔"

قیدی ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ پابہ زنجیر گھر میں مقید ہیں بلکہ یہ ایک لطیف تعبیر ہے جس کا مطلب ہے کہ عورتیں اپنی جبلت، خصلت، خلقت، فرائض اور حقوق کے اعتبار سے مردوں کی پابند رہتی ہیں۔ اس لئے ان کے ساتھ وہ سلوک نہ ہونا چاہئے جو محکومین بلکہ قیدیوں کے ساتھ ہوتا ہے بلکہ ان کے ساتھ عزت و توقیر اور دلجوئی کا معاملہ ہونا چاہئے۔

ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو عورتوں کے لئے بہتر ہوں۔" (ابن ماجہ)

اور فرمایا: "تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے بہتر ہو، میں اپنے گھر والوں کے لئے تم سب سے بہتر ہوں۔" (ترمذی)

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: "جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں، میں اور وہ قیامت کے دن ان دو انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے۔" (شعب الایمان)

یہ تھیں وہ تعلیمات جن کے ذریعے اسلامی معاشرے میں خواتین کا معیار زندگی بلند ہوا، عورتوں نے اسلام کے سائے میں جو اعزاز و اکرام پایا اگر وہ اس پر ناز کریں تو یہ ان کا حق ہے۔

اللہ کے دین کا آغاز ہوا تو سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اس دین کی سربلندی کے لئے کھڑی ہوئیں، جس وقت مکہ کا ہر شخص آپؐ کے دعوائے نبوت کی تکذیب کر رہا تھا، اس وقت حضرت خدیجہؓ ہی تھیں جنہوں نے دل و جان سے آپ کی تصدیق کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے لئے سینہ سپر ہوگئیں۔

مدنی زندگی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک عقلمند اور دانا وزیر کی حیثیت حاصل رہی۔ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اسلام کی سب سے پہلی شہید خاتون کی حیثیت سے اپنا نام روشن کر گئیں۔

نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا جب غزوۂ احد میں لشکر کفار کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دفاع کے لئے کھڑی ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بہادری کی ان الفاظ میں تحسین فرمائی: "من یطیق ماتطیقین یا ام عمارۃ"... اے ام عمارہ! جو کارنامہ تم نے انجام دیا وہ کس کے بس کا تھا۔

خولہ بنت الازور، ہند بنت عتبہ، صفیہ بنت عبدالمطلب اور خنساء جیسی کتنی خواتین ہیں جو دور جاہلیت کی ناانصافیوں اور حق تلفیوں کے دلدل سے ابھریں تو بہت سے مردوں سے زیادہ باہمت اور باحوصلہ نظر آئیں۔ حضرت خنساء کے بارے میں مشہور ہے کہ جب ان کے بھائی نے ایام جاہلیت میں وفات پائی تو انہوں نے اپنے غمناک مرثیوں سے عرب کے ماحول میں غم واندوہ کی لہر دوڑا دی، خود بھی روئیں اور دوسروں کو بھی رلایا لیکن اسلام لانے کے بعد ان کی بہادری کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اپنے چاروں بیٹوں کو قادسیہ کی جنگ میں شرکت کے لئے رخصت کرتے ہوئے ثابت قدم رہنے اور جوانمردی کے ساتھ لڑنے کی وصیت کی اور جب ان کے چاروں بیٹے ماں کی ہدایت کے مطابق جواں مردی کے ساتھ لڑتے لڑتے شہید ہوگئے اور ماں کو بیٹوں کی شہادت کی خبر ملی تو بے اختیار ان کی زبان سے نکلا: "اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ان کی شہادت کے شرف سے نوازا۔"

یوم خواتین پر خواتین کے حقوق کا رونا رونے والے کھلے دل کے ساتھ اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیں ممکن ہے انہیں وہ راستہ مل جائے جس پر چل کر وہ خواتین کے لئے باعزت زندگی تلاش کر سکتے ہوں۔

(بشکریہ ماہنامہ سلوک واحسان کراچی، اپریل ۲۰۱۶ء)

محرمِ اسرارِ نبوت

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

محمد عبداللہ صدیقی

رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ و بلند مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت کے ایک جلیل القدر صحابی رسول حضرت حذیفہ بن الیمانؓ وہ خوش قسمت انفرادی شخصیت کے مالک تھے، جنہیں خود سالارِ انبیاء فخر رسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت میں اپنی معیت کی بشارت سنائی، ان کی کنیت ابوعبداللہ اور خاص لقب ''صاحب سرِّ رسول اللہ'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم راز یا محرم اسرار نبوت تھا۔ اس لقب کی وجہ سے یہ بیان کی گئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منافقین کے نام بتادیے تھے، جن کو وہ رازداری اور امانت داری کے ساتھ محفوظ رکھتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ کا تعلق بنو غطفان کے خاندان عبس سے تھا، ان کے والد عام طور پر الیمان (یمان) کے نام سے مشہور تھے، لیکن باختلاف روایت ان کا اصل نام حسل یا حسیل تھا، اپنی قوم کے کسی آدمی کے قتل کردینے کے بعد وہ یمن سے یثرب (مدینہ منورہ) آگئے تھے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی۔ خاندان ابوعبدالاشہل سے حلیفانہ تعلقات قائم کرلیے تھے اور ایک اشہلی خاتون رباب بنت کعب سے شادی کرلی تھی، انہی کے بطن سے حضرت حذیفہؓ پیدا ہوئے۔ اوس و خزرج چونکہ یمنی الاصل تھے، اس لئے حسیل کا نام قوم نے یمان رکھ دیا۔ اس نام نے شہرت پائی تو اصلی نام لوگ بھول گئے۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مدینہ طیبہ تشریف نہیں لائے تھے، لیکن ظہور قدسی کا پتہ چلا اور حسیلؓ اور حذیفہؓ نے داعی اسلام کی خبر مسرت اثر سن کر یہ دونوں سعید الفطرت باپ بیٹا وقت ضائع کیے بغیر مکہ پہنچ گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر بادۂ ایمان سے معمور ہوگئے، بعد میں حضرت حذیفہؓ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا اور ایک بھائی صفوان بھی نعمت اسلام سے بہرہ یاب ہوگئے۔

غزوۂ بدر سے پہلے حضرت حسیلؓ اور حضرت حذیفہؓ مکہ میں تھے غزوہ کی خبر سنی تو اس میں شرکت کے لئے مکہ سے روانہ ہوئے، راستہ میں مشرکین نے روکا اور پوچھا کہ (حضرت) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جارہے ہو؟ انہیں جواب ملا کہ ہم تو اپنے گھر مدینہ جارہے ہیں، مشرکین نے کہا: تمہارے مدینہ جانے پر ہمیں اعتراض نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں تم ہمارے خلاف ہتھیار نہیں اٹھاؤ گے، دونوں نے طوعاً و کرہاً مشرکین کی شرط مان لی اور ان کے پنجہ سے چھوٹ کر مدینہ طیبہ پہنچے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی غزوہ کے لئے روانہ نہیں ہوئے تھے دونوں نے بارگاہ رسالت میں پہنچ کر واقعہ بیان کیا، اگرچہ اس وقت ایک ایک آدمی کی اشد ضرورت تھی لیکن رحمت دارین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنا عہد پورا کرو اور واپس جاؤ، ہم کو اللہ تعالیٰ کی مدد درکار ہے۔'' انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کی اور دل پر پتھر رکھ کر واپس چلے گئے۔

غزوہ احد میں دونوں باپ بیٹا نہایت ذوق و شوق سے شریک ہوئے۔ غزوۂ احد میں ایک اتفاقی لغزش کی وجہ سے مسلمانوں میں افراتفری پھیل گئی تھی کہ حسیل الیمانؓ کو غلطی سے مشرک سمجھ کر شہید کردیا گیا۔ حذیفہؓ نے پکار کر کہا اور اپنے والد کی نشاندہی بھی کی، مگر کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی لہٰذا غلطی سے وہ اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں شہید کردیے گئے۔ حضرت حذیفہؓ نے کمال عفو و درگزر سے کام لے کر وسیع القلبی اور صبر کا ثبوت فراہم کیا، اس لئے بھی کہ یہ فعل نادانستگی میں سرزد ہوا تھا، بس یغفر اللہ لکم کہہ کر حضرت حذیفہؓ خاموش ہوگئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ سن کر حضرت حذیفہؓ سے اظہار ہمدردی کیا اور ان کے جذبہ عفو کی تحسین فرمائی نیز فرمایا کہ قاتل و مقتول دونوں ماثور و مثاب ہیں، اس کے بعد آپؐ نے اپنی جیب خاص سے حضرت حذیفہؓ کو دیت عطا فرمائی، حضرت حذیفہؓ نے کمال کردیا کہ پوری دیت کو مسلمانوں پر صدقہ کردیا اور ایک درہم تک اپنے استعمال میں نہیں لائے۔

حضرت حسیل الیمانؓ کے نواسے اصیرم عبدالاشہلؓ بھی جنگ احد میں شہید ہوئے، انہوں نے عین میدان جنگ یا لڑائی شروع ہونے سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر جام شہادت نوش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کی خبر سنی تو فرمایا کہ اس نے عمل تو تھوڑا کیا، لیکن اجر بہت زیادہ پالیا۔

مخبر صادقؐ کے نڈر مخبر خاصؓ:

غزوۂ احزاب کے موقع پر حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو ایک عظیم سعادت حاصل ہوئی۔ کفار کا ٹڈی دل لشکر جو ایک ماہ سے مدینہ منورہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا، ایک رات سخت آندھی چلی، سیاہ

بادل چھا گئے ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا تھا، طوفان برق و باد سے مشرکین کا بہت نقصان ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تباہی اور ان کی نقل وحرکت اور ارادوں کا جائزہ اور مخبری کے لئے تیار ہونے کے لئے پکارا، چوتھی بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت حذیفہؓ کا نام لے کر پکارا کہ: ”حذیفہ! تم جاؤ اور یہ کام تمہی کرو، لیکن خبردار کسی مشرک پر حملہ نہ کر بیٹھنا۔“

یہ فرمانا تھا کہ حضرت حذیفہؓ تیز رفتاری سے مشرکین کے لشکر کی طرف روانہ ہوئے، وہاں عجیب افراتفری کا عالم دیکھا سب کو اپنی اپنی پڑی تھی، سرکردہ ابوسفیانؓ کا حال یہ تھا کہ کمر میں شدید درد چوٹ لگنے کے سبب ہو رہا تھا اور کمر کا سینک رہا تھا، حضرت حذیفہؓ نے اسے تاک بھی لیا تھا مگر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت یاد تھی اس پر تیر چلانے اور کسی پر بھی اچانک حملہ کردینے سے باز رہے۔ مشرکین کی شکستہ حالی اور بدحالی کا بغور جائزہ لے کر خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں واپس آئے اور تمام حالات من وعن عرض کردیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی کارگزاری سے بہت خوش ہوئے اور انہیں اپنا کمبل اوڑھا دیا۔ سفر کی تھکان اور سخت سردی کے سبب بے حال ہورہے تھے، کمبل اوڑھ کر اسی جگہ بے خبر سو گئے۔ صبح ہوگئی تو حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم رحمت دارین نے بڑی شفقت کے ساتھ یہ فرماتے ہوئے خود جگادیا کہ: ”قم یا نومان! اے سونے والے! اب اٹھ جاؤ۔“ جنگ احزاب میں شرکت کے بعد حضرت حذیفہؓ نے خیبر، بیعت رضوان، فتح مکہ مکرمہ اور دوسرے غزوات میں بھی مجاہدانہ حصہ لے کر سرخرو ہوئے۔

اخلاق وعادات:

وہ رفتار وگفتار اور عادات ہر چیز میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طہارت فرماتے تو وہ پانی پیش کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے کا اتفاق ہوتا تو جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ شروع فرماتے وہ کھانے کو ہاتھ تک نہ لگاتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تو ظہر سے عشاء تک آپ کی صحبت سے مستفیض ہوتے۔

مسند احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عشاء کے بعد اپنے حجرہ مبارک میں روک لیا اور پھر اپنے ساتھ کھڑا کرکے نفلوں کی نیت باندھ لی۔ ساری رات دو رکعتوں میں گزر گئی، یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ساتھ لے کر فجر کی نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے بڑی ہی محبت تھی، بعض اوقات آپ ان سے تخلیہ میں گفتگو فرماتے تھے۔

ام حذیفہ حضرت ربابؓ بھی بڑی نیک بخت بی بی تھیں، ان کو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی اور دل سے چاہتی تھیں کہ حذیفہ باقاعدگی سے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا کریں، چند دن کی غیر حاضری کی اطلاع جب ماں کو ہوئی اور وہ سامنے آئے تو سخت ناراض ہوئیں اور حکم دیا کہ ابھی جاؤ خدمت اقدس میں حاضر ہوجاؤ، شام ہورہی تھی وہ بھاگے بھاگے گئے مغرب کی نماز آپ کے پیچھے پڑھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پیچھے پیچھے نکلے، سر جھکائے ہوئے تھے، آپ نے پیچھے مڑ کر دیکھا پوچھا کون؟ جواب دیا: آپ کا غلام حذیفہ۔ فرمایا اللہ تیری اور تیری ماں کی مغفرت فرمائے، اس کے بعد بلاناغہ حاضری بارگاہ نبوت میں شعار بن گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر اس قدر شفقت فرماتے اور اعتماد کرتے کہ دوسروں کو رشک آتا تھا اور وہ انہیں صاحب السر الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے۔ قرآن پاک سے بے حد شغف تھا اور حافظ قرآن پاک بھی تھے۔ بقول امام احمد بن حنبلؒ میانہ قد کے دبلے پتلے تھے، آگے کے دانت نہایت خوبصورت اور چمکیلے تھے ان سے نور کی شعائیں پھوٹتی تھیں، نظر ماشاء اللہ اتنی تیز تھی کہ صبح کاذب میں تیر کا نشانہ دیکھ لیتے تھے۔

دیگر خصوصیات:

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا شمار فضلائے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین میں ہوتا ہے اور مسلمانوں کے بھی مکاتب فکر ان کی جلالت قدر وعلم وفضل اور کمال، زہد وتقویٰ کے قائل ہیں۔ قرآن پاک حدیث اور فقہ میں بھی درجہ تبحر رکھتے تھے۔ علامہ سیوطی نے اتقان میں عبید کی کتاب القراۃ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت حذیفہؓ عہد نبوی کے حفاظ قرآن میں سے تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منافقین کے نام تخصیص کے ساتھ بتادیئے تھے، لیکن انہوں نے امانت کی پاسداری پوری اس طرح کی کہ کبھی کسی منافق کا نام لوگوں میں سے کسی کو بھی نہیں بتایا، اس لئے لوگ انہیں صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رسول اللہ کے محرم راز) کہتے تھے۔ ہاں بھی یہ کہہ دیتے تھے کہ اب اتنے منافقین زندہ موجود ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے معیار مقرر کرلیا تھا کہ جس شخص کے جنازہ میں حضرت حذیفہ شریک ہوتے وہ بھی شریک ہوجاتے تھے، اگر وہ کسی عذر کے بغیر شریک نہ ہوتے تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس جنازے میں نہ جاتے تھے اور سمجھ لیتے تھے کہ متوفی منافقین میں سے تھا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں خاص اہتمام تھا، بلاخوف حکم شریعت دلنشین انداز میں پہنچادیتے تھے، جب بھی موقع پاتے اصلاحی اور تبلیغی انداز کو ضرور اپناتے۔ نماز، روزہ سے خاص شغف رکھتے تھے۔ فقر وفاقہ بہت محبوب تھا، لوگوں کو امیروں کے پاس جانے سے منع کیا کرتے تھے، دنیا کے جھمیلوں سے بہت نفرت تھی، آپ سے سو سے کچھ اوپر احادیث بھی مروی ہیں۔

سن ۳۵ ہجری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت (جس کا انہیں بہت غم تھا) کے چالیس دن کے بعد راہیٔ عالم بقا ہوئے۔ زندگی کے آخری دنوں میں اکثر استغفار اور گریہ و بکا میں مصروف رہتے تھے۔ لوگوں نے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا: مجھے دنیا سے جدائی کا غم نہیں ہے، میں موت کا خیر مقدم کرتا ہوں، میرا رونا آخرت کے خوف کے سبب سے ہے، معلوم نہیں وہاں میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے، دم نزع زبان پر یہ الفاظ تھے: ”الٰہی! اپنی ملاقات میرے لئے مبارک فرمانا کہ میں دنیا و مافیہا کی ہر شے سے تجھے محبوب رکھتا ہوں۔“ وفات سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیعت کرلی تھی، بیٹوں کو بھی وصیت کی تھی کہ وہ بھی ان کی تقلید کریں، چنانچہ ان کے دو بیٹے جنگ صفین میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے شہید ہوئے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے اپنے پیچھے چار بیٹے ابوعبیدہ، بلال، صفوان اور سعید چھوڑے تھے۔

ایک حدیث شریف .... میں (حذیفہؓ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ فرماتے تھے کہ چغل خور آدمی جنت میں داخل نہ ہوسکے گا۔

(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

(بشکریہ ماہنامہ الخیر ملتان، اپریل ۲۰۱۶ء)

گھانا میں پاکستانی تبلیغی جماعت کو قادیانیوں نے گرفتار کرایا

افریقی ملک گھانا میں سادہ لوح نومسلموں کو مرتد بنانے میں مصروف قادیانی جماعت نے چند روز قبل پاکستانی تبلیغی جماعت کے جن ۱۷ مسلم ارکان کو القاعدہ کے دہشت گرد قرار دے کر گرفتار کرایا تھا، انہیں گھانا کے حکام نے تحقیقات کے بعد رہا کردیا ہے۔ قادیانی جماعت کی جانب سے گھانا کی پولیس اور امیگریشن حکام کو جھوٹی اطلاع دی گئی تھی کہ پاکستان سے آنے والے افراد القاعدہ کے دہشت گرد ہیں۔ جس پر ۱۷ پاکستانی مسلمان مبلغین کو گرفتار کر کے مقامی پولیس اسٹیشن میں بند کردیا گیا تھا۔ بعدازاں گھانا کی عظیم روحانی شخصیت اور نیشنل چیف امام، شیخ احمد نوح کی جانب سے پولیس اور امیگریشن حکام کو مطلع کیا گیا کہ پاکستانی تبلیغی جماعت کو اسلام کی دعوت وتبلیغ کے لئے دنیا بھر کی دیگر تبلیغی جماعتوں کی طرح گھانا کے دورے کے لئے انہوں نے بطور خاص اسپانسر کیا تھا، تاکہ قادیانیوں کے ارتدادی جال میں پھنسنے والے سادہ لوح نومسلموں کو بچایا جائے۔ ۹۳ سالہ شیخ احمد نوح کا کہنا ہے کہ قادیانیوں کے سرغنہ آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی نے خود کو ابتدا میں مجدد، مصلح، مسیح اور بعدازاں نعوذ باللہ نبی بنا کر پیش کیا تھا، جس پر دنیا بھر کی اسلامی حکومتوں نے قادیانی اقلیت کو غیر مسلم قرار دے دیا تھا، لیکن انگریزوں کی کاسہ لیس اس جماعت کے لوگ افریقہ میں اپنا نیٹ ورک بنا کر سادہ لوح مسلمانوں، بالخصوص نومسلم افریقی عوام کو مرتد بنا رہے ہیں۔ گھانا کے مقامی میڈیا کے مطابق قادیانیوں کی ان ارتدادی سرگرمیوں کے تدارک کے لئے شیخ احمد نوح نے دنیا بھر کی تبلیغی جماعتوں کو گھانا مدعو کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے اور ان کے قیام وطعام کا سارا خرچ شیخ احمد نوح برداشت کرتے ہیں۔ مقامی مسلمانوں نے بتایا کہ پاکستانی تبلیغی جماعت پر دہشت گردی اور القاعدہ سے تعلق کا الزام جھوٹ ثابت ہونے پر گھانا پولیس اور امیگریشن انوسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ نے قادیانیوں کی مقامی جماعت کے امیر کو وارننگ دی ہے کہ جھوٹی اطلاع دینے پر ان کو قانونی کارروائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ قادیانیوں کی جھوٹی اطلاع پر گرفتار کیے گئے ۱۷ پاکستانیوں میں سے چند افراد کے نام ایم نذر، ایم امین، ایم اسرار، علی خان، ایم ایم گل خان، نذیر گل اور جان عالم بتائے گئے ہیں۔ گھانا کے جریدے ڈیلی گائیڈ کی رپورٹ کے مطابق پولیس نے امیگریشن حکام کے حوالے سے تصدیق کی ہے کہ تمام پاکستانی مسلمان ۱۳ مئی ۲۰۱۶ء تک گھانا میں رہ سکتے ہیں۔ انہیں سینٹرل ڈسٹرکٹ ریجن آسین فاسو سے گرفتار کیا گیا تھا۔ وہاں کے پولیس کمانڈر سیموئیل لاس نے بتایا کہ انہیں ۳۱ مارچ ۲۰۱۶ء کی رات قادیانی جماعت کے لوگوں نے اطلاع دی تھی کہ القاعدہ کے دہشت گرد علاقے میں دیکھے گئے ہیں، جن کا تعلق پاکستان سے ہے۔ جس پر ان تمام مسلمانوں کو گرفتار کرلیا گیا۔ بعدازاں ان کی سفری دستاویزات کی چیکنگ کے لئے جمعہ کے روز امیگریشن ڈیپارٹمنٹ کے اعلیٰ عہدیداران کو بلوایا گیا، جنہوں نے تصدیق کی کہ یہ تمام افراد قانونی طور پر گھانا آئے ہیں اور یہ گھانا کے چیف امام شیخ احمد نوح کے مہمان ہیں۔ واضح رہے کہ گھانا میں قادیانیوں کا ایک منظم نیٹ ورک موجود ہے، جو سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ ان کی سرگرمیوں کی روک تھام کے لئے مقامی مسلم تنظیموں کی دعوت پر پاکستان سمیت دنیا کے مختلف ممالک کی تبلیغی جماعتیں سادہ لوح نومسلموں کو قادیانیوں کے چنگل سے بچانے کے لئے وقتاً فوقتاً تبلیغی دورے کرتی رہتی ہیں، جس سے ختم نبوت کی منکر اور مرزا غلام احمد قادیانی ملعون کی جھوٹی نبوت کی دعویدار قادیانی جماعت انتہائی پریشان تھی، یہی وجہ ہے کہ مقامی قادیانی جماعت (احمدی مشن) کے سربراہ احمد اینڈرسن لندن میں بیٹھے قادیانی سرغنہ مرزا مسرور احمد قادیانی کی ہدایات پر شاطرانہ چال چلتے ہوئے گھانا پولیس، انٹیلی جنس اور امیگریشن ڈیپارٹمنٹ میں موجود اپنے ہمدرد افسران کو مطلع کیا کہ پاکستان سے آنے والے افراد القاعدہ کے دہشت گرد ہیں، جن کی بڑی بڑی داڑھیاں ہیں، وہ گھانا کے مختلف علاقوں میں جا کر دہشت گردی کی وارداتوں کے لئے اسکریننگ میں مصروف ہیں۔ گھانا سے شائع ہونے والی آن لائن جریدے جی ایف ایم نے ایک رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ اس جھوٹی اطلاع کے بعد قادیانیوں کی جانب سے یہ پروپیگنڈا بھی کیا گیا کہ پاکستان اور دیگر علاقوں سے القاعدہ کے دہشت گرد آرہے ہیں جو گھانا کے لوگوں کی لڑکیوں، عورتوں اور بچوں کو کینیا کی شدت پسند تنظیم الشباب اور دیگر جنگجو تنظیموں کی طرح ہلاک اور اغوا کرنا چاہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے گھانا کے قادیانیوں کی تمام سازشیں ناکام ہوگئی ہیں۔

رپورٹ: احمد نجیب زادے (روزنامہ امت کراچی، ۷ اپریل ۲۰۱۶ء)

فتنہ پرور تحریکیں اور دینی دعوت کا طریقۂ کار

''۱۱راگست ۱۹۸۶ء مشرقی افریقہ کے ملک ''برونڈی'' کے دارالحکومت ''بوجمبورۃ'' میں علماء، مبلغین اور داعیین کے ایک اجتماع سے کیا گیا خطاب

قسط:۲

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ (امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)

قادیانی فتنہ:

میں اپنی آج کی ان گزارشات میں ان خطرناک فتنوں میں سے جو ۲۴ رگھنٹے اسلام کے خلاف سازشوں میں پاگل بنے پھرتے ہیں، اختصار کے ساتھ صرف دو کا ذکر کرنے پر اکتفا کروں گا، ایک عیسائیت اور اس کا لگایا ہوا پودا ''قادیانیت'' ہے، اس کے ساتھ ساتھ میں ان طرق اور وسائل کا ذکر بھی مناسب سمجھتا ہوں جسے یہ لوگ مسلمانوں کی تذلیل و تحقیر اور تفریق وحدت کے لئے بروئے کار لاتے ہیں۔

محترم داعیانِ گرامی! آپ حضرات بخوبی جانتے ہوں گے کہ جب برطانوی سامراج نے سرزمین ہند پر اپنے خونی پنجے گاڑ کر، صدیوں حکومت کرنے والی اسلامی حکومت کے وجود کو خاک میں ملا دیا، تو اس نے قبضے کے بعد ہر جگہ کے مسلمانوں کو اپنا شکار بنانا شروع کردیا اور انہیں ختم کرنے کی ناکام کوشش کی، لیکن جب انگریز نے مسلمان قوم کی یکجہتی، اتفاق اور رگ و ریشے میں بسے جہادِ مقدس کی رُوح اور دینی غیرت کو بھانپا تو اس نے اندازہ لگایا کہ فوجی طاقت وقوت کو اِستعمال کرکے ان سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں سے جذبۂ جہاد اور اس کی روحانیت کو ختم نہیں کیا جاسکتا، تو اس نے اپنی سوچ وفکر کے گھوڑے حیلہ سازی اور اٹکل پچو کے میدان میں دوڑانے شروع کردیے، اللہ انہیں تباہ و رسوا کرے، انہوں نے ایک ایسے خاندان کی تلاش شروع کردی جو پہلے سے ان کا مرہونِ منت اور مطیع وفرماں بردار ہو، تاکہ اس خاندان میں کسی ایک فرد کو کھڑا کرکے نئی جھوٹی نبوت کی بنیاد رکھی جائے جو ان مسلمانوں کی اجتماعیت کو بکھیرنے میں پارس کا کام دے سکے اور وہ مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ اور روحِ جہاد کو قلع قمع کرنے کا کام سر انجام دے سکے اور ان بکھرے ہوئے مسلمانوں میں سامراج و کفار کی محبت واطاعت کے بیج بوئے، انہیں ان کی تلاش کے مطابق ''قادیان'' کی بستی میں جو ہندوستان ہی کا ایک چھوٹا سا گاؤں تھا، وہ فرماں بردار خاندان مل گیا اور انہیں اس خاندان کے ایک ''چشم و چراغ'' میں وہ اپنے سارے ارادے پایۂ تکمیل کو پہنچتے ہوئے نظر آئے، جو انہوں نے دلوں میں چھپا رکھے تھے کہ ایک شخص نبوت کا جھوٹا دعویٰ لے کر کھڑا ہو اور اپنے اوپر وحی کے نزول کا اعلان کرے، چناں چہ وہ بدبخت وبدقسمت انسان مرزا غلام احمد قادیانی تھا جو اس ''قادیان کی بستی کی طرف منسوب'' ہے چوں کہ اوّل وہلہ میں نبوت کا دعویٰ کرنا، اُن کے مذموم مقاصد کی تحصیل مشکل اور مصلحت کے خلاف تھا، اس لئے اس نے تدریجی مراحل طے کرتے ہوئے سب سے پہلے اپنے آپ کو دینِ حق کا داعی، ہمدرد اور مبلغ ہونے کا بے سروپا دعویٰ کیا اور دینِ اسلام کے دفاع کا کام شروع کیا اور مسیحی علماء سے بڑھ چڑھ کر مناظرے کرنے لگا اور یہ سارا کچھ ڈرامہ اس لئے رچایا گیا تاکہ وہ مسلم قوم کے دلوں کے قریب ہوکر اپنا مقام پیدا کرسکے کیوں کہ اس وقت مسلمانوں کے نزدیک عیسائیت بہت مبغوض ترین جماعت تھی، اس مرحلے کے مکمل ہوتے ہی اس سرپھرے نے مہدی موعود اور مسیح موعود ہونے کا نیا ڈرامہ رچایا اور اس کے بعد غیر تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ کردیا اور تاویل کرنے لگا کہ مجھے اِصطلاحی نبوت نہیں بلکہ لغوی نبوت ملی ہے اور یہ ظلی ہے (اصلی نہیں) اور ظاہری ہے باطنی نہیں، ان تمام غلط اور باطل تدریجی مراحل کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں برطانوی سامراج اس کی بھرپور مدد اور نگرانی کرتا رہا اور ہر قسم کی گزند پہنچنے سے اس کی حفاظت کرتا رہا اور بہلا پھسلا کر اس کے گرد ایک ایسی جماعت کو لا اکٹھا کیا جو اس کے ہر فرمان کو سرآنکھوں سے لگاتی اور اس کی دیوانہ بن کر رہنے لگی۔

یوں وقت گزرتے گزرتے وہ گھڑی بھی آن پہنچی جو ان تمام مراحل ومقاصد کا سبب تھی اور وہ اصل مقصد ومطلب تھا ''جھوٹی نبوت ورسالت'' کا دعویٰ کرنا اور یہ باور کرانا کہ میری نبوت غیر تشریعی نہیں بلکہ حقیقی وتشریعی نبوت ہے، اسی طرح اس نے اپنے اوپر وحی نازل ہونے کا اعلان کیا کہ اس کی وحی بھی قرآن کی طرح ہے اور ساتھ ساتھ اس نے انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

معجزات کو بھی نقل کر کے اپنی طرف منسوب کرنا شروع کردیا، اس نے اپنی عبادت گاہ جو قادیان میں تھی، اس کا نام ''المسجد الأقصى'' رکھا، اور اس کو ''مکۃ المسیح'' کا نام دینے لگا اور اپنے قائم کردہ قبرستان کو ''بہشتی مقبرہ'' کہنے لگا، چناں چہ جو اس قبرستان میں دفن کیا جاتا، وہ جنتی کہلاتا، اس نے اپنی بیوی کو ''ام المومنین'' اور اپنے پیروکاروں کو ''صحابی'' کے نام سے موسوم کیا، یہ وہ وقت تھا جب وہ اپنے سامراجی آقاؤں کے کیے ہوئے احسانات کا بدلہ چکا رہا تھا اور جن مذموم مقاصد کے لئے اس کی پرورش کی گئی تھی اس کی تکمیل کر رہا تھا اور ان کے ہر امر پر ہمہ تن لبیک کہنے کو تیار تھا، چناں چہ اس نے ان کے احسانات کا بدلہ چکاتے ہوئے سب سے پہلے یہ اعلان کیا کہ برطانوی سامراجی حکومت اس سرزمین پر ''سایہ خداوندی'' ہے جس کی اطاعت وفرماں برداری ہر مسلمان کا دینی و ایمانی فریضہ ہے اور ان کے خلاف جہاد مقدس کا نعرہ لگانا اس کی نبوت سے منسوخ ہوگیا ہے، اس بدبخت جھوٹے مدعی نبوت نے اس پر بس نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور حضرات انبیاء علیہم السلام اور خاص کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کا ارتکاب کیا، جس کے تذکرے سے کلیجہ پھٹنے کو آتا ہے اور زبان قلم جواب دینے لگتے اور رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس قدر گستاخی کی جسارت کی گئی جس کی کوئی حد نہیں، قرآن کریم اور آیات الٰہیہ میں تحریف کر کے ان تمام آیات کو اپنی طرف منسوب کردیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی تھیں، اسی طرح اس نے صحابہ و اہل بیت کو بھی برا بھلا کہا اور اپنے نہ ماننے والوں کو کافر اور حرام زادہ قرار دیا، اس کذاب وخبیث النفس سے جو کچھ بھی ہوسکتا تھا، اس نے کیا حتیٰ کہ وہ اپنے مکر وفریب اور دجل سے اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے ایک ایسی جماعت تیار کرنے میں کامیاب ہوگیا جو اس کی ہر بات کو وحی سمجھ کر مان لے اور اس کے حکم کی تعمیل کرے۔

بہر کیف برطانوی سامراج اس بدباطن فرقے کو وجود میں لا کر مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق، یکجہتی اور ایثار کو پارہ پارہ کرنے میں زبردست کامیاب ہوگیا، یہاں تک کہ وہ مسلمانوں کو اس فرقے کے ساتھ لڑا کر خود کو آزادی و بے فکری کے ساتھ مسلمانوں کے ملک وملت اور مال ومتاع پر ڈاکہ ڈالتا رہا، ان کا اصل مقصد مسلمانوں کی اس بے پناہ قوت وطاقت اور حشمت وعظمت کو کمزور کرنا تھا، اب مسلمانوں کے سامنے باطل سے محاذ آرائی میں ایک نئے باب اور فتنہ کا اضافہ ہوگیا، جو پہلے سے ہی کئی فتنوں سے نبرد آزما تھے، حقیقت میں یہ ایک سامراجی عیسائی تبلیغی محاذ تھا، لیکن اس اُٹھتے فتنے کی سرکوبی کے لئے مسلم علماء اٹھ کھڑے ہوئے اور ہر خطے وعلاقے میں اپنی زبان وقلم کے ذریعہ ان پر قہر الٰہی بن کر ٹوٹ پڑے، اپنی مادری زبان کے علاوہ دوسری زبانوں مثلاً عربی، فارسی، ہندی و انگریزی وغیرہ میں سینکڑوں کتابیں رد قادنیت پر لکھ ڈالیں، جن میں چھوٹی بڑی سب کتابیں شامل تھیں، لیکن افسوس کہ مسلمانوں کی یہ تالیفی و تصنیفی کوششیں، بحث ومناظرہ کی محفلیں، مباہلوں کے چیلنج، مجالس ومحافل کا انعقاد، ایسی تنظیمیں اور تحریکیں قائم کرنا جو ہر وقت اور ہر گھڑی اس باطل فرقے کے دانت کھٹے کرنے کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنائے ہوئے تھے، صرف مسلمانوں کا ایمان بچانے تک محدود ہوگئیں اور دشمن کو نابود نہ کرسکیں، کیوں کہ اس باطل کی پشت پناہی کرنے والا برطانوی سامراج ان کی حفاظت کا ذمہ لئے ہوئے تھا اور یہ سب کچھ فوجی طاقت اور مکر وفریب کے اوچھے ہتھکنڈوں کے بل بوتے پر ہو رہا تھا، لیکن اس سب کے باوجود مسلمان علماء ان کا مقابلہ مسکت دلائل حقہ کے ساتھ کرتے رہے، اسی طرح ان کے کفر وضلال کے بدنما چہرے سے نقاب اٹھاتے رہے، تاکہ سادہ لوح مسلمانوں کو ان کے جال میں پھنسنے سے بچایا جاسکے۔

جب سرزمین ہند استعماری پنجوں سے آزاد ہوکر ہندوستان اور پاکستان کے نام سے دو حصوں میں تقسیم ہوگئی، تو قادیانیت کا ایک بہت بڑا ریلا پاکستان کی طرف آگیا اور وہ اپنے موروثی دجل و فریب سے ایک بہت بڑے خطے پر قابض ہوگئے اور اسے ''ربوہ'' کا نام دے کر وہاں اپنا مرکز قائم کرلیا اور یہاں بیٹھ کر انہوں نے اپنی سرگرمیاں اس طرح جاری کردیں جس طرح انہوں نے اپنے موجد و مہربان آقا سامراج کے استعماری خطوں میں شروع کی تھیں، اللہ جزائے خیر عطا فرمائے ان علماء حقہ کو جو ہر وقت اس فرقے کی سرکوبی اور مقابلے کے لئے سینہ سپر رہے، یوں جب پاکستان ایک مستقل آزاد ریاست بن کر ابھرا تو علماء امت نے حکومت سے یہ پرزور مطالبہ کیا کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا بل پاس کرے، اس مطالبے کے حق میں انہوں نے کسی جانی و مالی قربانی دینے سے بالکل دریغ نہیں کیا، تا آں کہ ۱۹۷۴ء میں یہ مسئلہ پاکستانی پارلیمنٹ میں ہوکر زیر بحث آیا، جس پر اس وقت کے قادیانی پیشوا مرزا ناصر احمد کو طلب کیا گیا، جو اس جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والے مرزا غلام احمد قادیانی کا پوتا تھا اور بحث ومناظرہ کی بالکل کھلی فضا قائم کردی گئی، جو کئی ایام تک جاری رہی، جس میں مرزا ناصر احمد ذلیل ورسوا ہوا اور اس سے جواب دینے کی بالکل نہ بن پڑی۔

اس مناظرہ ومناقشہ سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ مرزا ناصر ہی کی زبانی اس فرقے کی کئی مکاریاں

اور دجل وفریب کھل کر سامنے آگئیں اور ''گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے'' کا مصداق بنیں، جب تمام ارکان پارلیمنٹ ان کے اس جھوٹ پر مطلع ہوئے اور اللہ رب العزت نے قادیانیت کو ذلیل و رسوا کیا تو انہوں نے ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو ایک متفقہ قرارداد پاس کی، جس میں قادیانیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر تسلیم کیا گیا، یہ دن اُمت مسلمہ خاص کر پاکستانی قوم کے لئے ایک یادگار دن کی حیثیت رکھتا ہے، مسلمان خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے اور ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے تھے، اس طرح مسلمان اپنے حقیقی خالق و مالک کا شکر واحسان بجا لائے اور فقراء ومساکین کو کھانا کھلایا اور اپنے اقرباء اور دوست واحباب کی ضیافت اور اکرام کیا۔

اس تاریخی قرارداد کے پاس ہونے کے بعد کئی قادیانی گھرانے اس پُر فریب ڈھکوسلے سے تائب ہوکر واپس مسلمان ہوگئے اور یوں جب قادیانیوں نے اپنے مذہب کا سورج ڈوبتے دیکھا اور انہیں یہ یقین ہوگیا کہ ارضِ پاک میں اب مسلمانوں کو گمراہ کرنا انتہائی مشکل ہوگیا ہے تو انہوں نے اپنی تمام تر توجہات اور سرگرمیوں کو ملک سے باہر مبذول کرنے کی ٹھان لی۔

اسی طرح ہمارے قریبی زمانے میں صدر پاکستان مرحوم جنرل محمد ضیاء الحق صاحب شہیدؒ کے دور میں ایک اور بل پاس ہوا، جس میں قادیانیوں کے لئے اسلامی مذہبی شعائر کے نام استعمال کرنے کو ممنوع قرار دیا گیا، انہیں اذان دینے سے روک دیا گیا، اپنی عبادت گاہوں کو مساجد کا نام دینے، اپنے رؤساء ولیڈروں کو ''خلیفہ'' یا ''امیر المومنین'' کہنے اور مرزا کی بیوی کو ''اُم المومنین'' کہہ کر یاد کرنے اور ان کے پیروکار و متبعین کو ''صحابہ'' کا نام دینے سے سختی سے روکا گیا، یوں اس قرارداد ''امتناع قادیانیت آرڈی نینس'' نے جب اس فتنے کی کمر توڑ کر رکھ دی تو ان کا موجودہ سربراہ اپنے آبائی محسنوں کے ہاں لندن بھاگ گیا اور وہاں ایک وسیع قطعہ اراضی خرید کر اس کو اپنا مرکز بنایا اور اسی مرکز سے اس نے اپنے باطل ومن گھڑت نظریات کا پرچار شروع کردیا۔

داعیانِ محترم! جب یہ بات واضح ہوگئی کہ قادیانیت برطانوی سامراج کا لگایا ہوا ایک پودا اور ان ہی کا جاری کردہ فتنہ تھا، تو انہوں نے بھی ٹھیک اسی طرح مسلمانوں اور دین کے خلاف ان تمام وسائل و ذرائع اور طور طریقوں کو جن کو صدیوں سے عیسائی اور مسیحی، مسلمانوں کی تذلیل وتحقیر اور تفریق وافتراق کے لئے بروئے کار لاتے رہے ہیں۔ (جن کا ذکر عنقریب آپ کے سامنے کیا جائے گا) استعمال کیا۔

عیسائی فرقہ:

عیسائی اپنے مذہب کی طرف دعوت دینے، تبلیغ کرنے اور لوگوں کو اپنے مذہب سے بہکانے میں جو طرق اور اسالیب اپناتے ہیں ان کی اجمالی صورت کچھ یوں ہے:

۱:...... عام مجالس ومحافل میں تقریر اور خطابات کے ذریعے لوگوں کو اپنے مذہب کی دعوت دینا، اس طرح بازاروں، لوگوں کے عام اکٹھے ہونے کی جگہوں میں ان کو تبلیغ کرکے مرعوب کرنا، بالکل اسی طرح ان علاقوں میں جہاں ان کا زور و قبضہ ہے، لوگوں کے کانوں میں اپنے مذہب ودین کی باتوں کو ڈال کر انہیں ترغیب دینا ہے۔

۲:...... خاص قسم کی مجالس اور خاص قسم کے اجتماعات خاص لوگوں کے لئے منعقد کرکے عیسائیت و نصرانیت کے متعلق محاضرات اور مقالے پیش کرنا۔

۳:...... مسیحی لٹریچر کو اسکول وکالج کے طلباء اور اسپتالوں میں مریضوں میں تقسیم کرنا اور جو مسلمان دور ہوں ان تک بذریعہ ڈاک لٹریچر ارسال کرنا، اسی طرح اس لٹریچر کو سیر وتفریح اور عام اجتماع کی جگہوں میں وافر مقدار میں مہیا کرکے عام کرنا۔

۴:...... اسپتالوں میں مریضوں کے سامنے اور اسکول وکالج میں طالب علموں کے سامنے اپنی عبادات کو بجالاکر انہیں متاثر کرنا۔

۵:...... خط وکتابت کے ذریعے مسیحی تعلیم وتعلم کو فروغ دینا، اس طرح کہ طالب علموں کو بذریعہ ڈاک اپنا خاص قسم کا مسیحی نصاب ارسال کرکے اس سلسلے کو تھوڑا سا طول دے کر ڈاک ہی کے ذریعے ان کا امتحان لے کر عمداً انہیں زیادہ نمبرات دینا تاکہ وہ طالب علم مزید رغبت اور شوق سے عیسائیت میں دلچسپی

لینے لگے اور آخر میں انجیل محرّف (تحریف شدہ) کا ایک نسخہ بطور ہدیہ پیش کرنا۔

۶:...... خاص خاص لوگوں سے ملاقات و زیارت کے بہانے ملنا اور ان کے ساتھ مناظرہ و مناقشہ کرکے انہیں عیسائیت کی طرف دعوت دینا۔

۷:...... اسی طرح اخبارات و رسائل جیسے ذرائع ابلاغ کو مسیحی دعوت وتبلیغ میں استعمال کرنا۔

یہ تو مختصر ان کے اسالیب دعوت کا ذکر ہے، آیئے! اَب تھوڑی دیر کے لئے ان وسائل کا جائزہ لیتے ہیں جسے یہ لوگ اپنے مذہب کی دعوت دینے میں استعمال کرتے ہیں اور مدنظر رکھتے ہیں:

۱:...... ایسے اسکول و کالج کھولنا کہ جس میں مسلمان بچے بھی حصول تعلیم کا قصد کریں اور عیسائیت کا قریب سے مشاہدہ کرسکیں، ان کا نصاب عیسائی مذہب کے لٹریچر اور تعلیمات انجیل پر مشتمل ہوتی ہیں، جیسا کہ ہر عیسائی مشنری اسکول وکالج میں ایک کنیسہ کا ہونا بھی اوّلین ضرورت ہوتی ہے، تاکہ ان اداروں میں عیسائی اپنی عبادات بجالا کر مسلمان طالب علموں کو متاثر کرنے کی کوشش کرسکیں۔

۲:...... بیرونی ممالک میں اعلیٰ تعلیم کے بہانے ایسے باصلاحیت اور ذکی نوجوان مسلمانوں کی جماعت کا انتخاب کرنا، جو باہر جاکر عیسائی تبلیغی و تعلیمی اداروں سے منسلک ہوکر دین اسلام کو چھوڑ کر مرتد بن جائیں۔ (العیاذ باللہ)

۳:...... نادار وفقراء اور مساکین کے مفت علاج ومعالجہ کے لئے اسپتال قائم کرنا، بظاہر اتنے بڑے فلاح و بہبود کے اقدام کو دیکھ کر ہر کس وناکس متاثر ہوتا ہے، جب کہ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ان اسپتالوں میں اپنی مذہبی عبادات کو مسلمانوں کے سامنے ادا کرتے ہیں، ان سب امور کو دیکھ کر جب وہ کسی ایسے بھولے بھالے شخص کو جو پہلے سے ان کے تیر کا شکار ہوچکا ہوتا ہے، دعوت دیتے ہیں تو وہ مرتد بن جاتا ہے۔

۴:...... انسانی ہمدردی اور تعاون کے نام پر امدادی غذائیں اور دوسری ضروری اشیاء کو باہر ان ممالک میں بھیجنا جن کے باشندے فقراء اور مساکین ہوں اور جنگ وجدل، قحط سالی، سیلاب اور دوسری کئی قسم کی آفتوں میں مبتلا ہوتے ہیں، اتنی بڑی ہمدردی کو دیکھ کر عیسائی مذہب سے متاثر ہوجاتے ہیں۔

۵:...... اسی طرح چھوٹے لاوارث اور یتیم بچوں کو لے کر گمنام مقامات کی طرف بھیج دینا اور ان کی عیسائی مذہب پر تعلیم وتربیت کرنا۔

۶:...... بعض عورتوں کو منتخب کرکے ان کو ایسے طبقے میں کام کرنے کی تربیت وٹریننگ دینا جو سرے سے اَن پڑھ ہو۔

۷:...... ایسے رفاہی اِدارے اور فلاح و بہبود پر مبنی ایسی انجمنیں قائم کرنا جنہیں وہ جاذب نظر نام دے کر یاد کرتے ہیں اور مسلمانوں کو اس کی طرف متوجہ کرنے اور اس کے خصوصی ممبر بننے کی دعوت دیتے ہیں، عام طور پر ان کے اس زہریلے تیر کا شکار صاحب ثروت مال دار، تعلیم یافتہ اور بڑے بڑے عہدوں پر فائز مسلمان ہوتے ہیں، اگلے مرحلہ پر وہ ان لوگوں کو اپنے دین و مذہب سے بہکانے اور عیسائیت کے جال میں پھانسنے کا عمل شروع کرکے ان کو اپنے گھر کی لونڈی کی مانند تابع اور فرماں بردار بنادیتے ہیں اور پھر ان تربیت یافتہ لوگوں کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ صیہونی عالمی طاقت کا سب سے بڑا ہتھکنڈا ہے جس کو وہ آئے دن بروئے کار لاتے رہتے ہیں۔

۸:...... باہر دُور دراز علاقوں اور ملکوں سے حصول علم کے لئے آنے والے طلباء کے لئے رہائش ہاسٹل بنانا اور مفت رہائش کے عوض ان کو مرتد بنانا۔

۹:...... یتیم خانے قائم کرکے اس میں رہنے والے یتیموں اور مسکینوں کو عیسائی مذہب سے متعارف کرانا اور جھوٹی عیسائی محبت و اُلفت کا ڈھونگ رچانا۔ (جاری ہے)

تحفظ ختم نبوت سیمینار کا انعقاد

حیدرآباد..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام مہران آرٹس کونسل لطیف آباد نمبر ۲ میں تحفظ ختم نبوت سیمینار منعقد ہوا، جس سے مولانا اللہ وسایا، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا توصیف احمد نے خطاب کیا جبکہ صدارت مولانا عبدالسلام قریشی نے کی۔ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا اللہ وسایا نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات امت مسلمہ کو تمام رشتوں سے عزیز ہے۔ ممتاز حسین قادری کا خون نہ جانے کس کس شکل میں رنگ لائے گا، اس کو پھانسی دینے کے چند روز بعد ہی بھارت کا حاضر سروس فوجی افسر را کا ایجنٹ پکڑا گیا اور جس کی نشاندہی پر نواز شریف خاندان کی شوگر مل پر چھاپے مارے گئے اور وہاں سے اس کے رابطے کے گیارہ افراد پکڑے گئے، انہوں نے کہا کہ اگر کسی مدرسے سے اس طرح کا کوئی ایجنٹ پکڑا جاتا تو مدرسے کو تہس نہس کرکے تورا بورا بنادیا جاتا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اسلام اور کلمے کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا اس کی بقا اور سلامتی اسی میں ہے کہ یہاں اسلام کی بالادستی قائم کی جائے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر پورے نظام کو چلایا جائے اور ناموس رسالت ناموس صحابہؓ اور دیگر مقدس شخصیات کی عزت اور ناموس کے تحفظ کو ہر قیمت پر یقینی بنایا جائے اور جو بھی توہین اور اہانت کے مجرم ہیں انہیں عبرتناک سزا دی جائے۔

ختم نبوت... سیرت پاک کا ایک اہم عنوان ہے

مولانا محمد رحمت اللہ، کشمیر

ایک مسلمان کے عقائد میں توحید کے ساتھ ساتھ رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ رسالت کے عقیدے میں اس بات کو تسلیم کرنا لازمی ہے کہ اللہ پاک نے اپنے بے شمار منتخب بندوں کو انسانیت کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ ان میں سب سے پہلے پیغمبر ابوالبشر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور سب سے آخری حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پھر اس بات کا یقین رکھنا بھی ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری کائنات کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے، جبکہ پہلے پیغمبر بعض کسی خاص علاقے کے لئے، بعض کسی خاص طبقے کے لئے اور بعض کسی کی مدد کے لئے، جیسے حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے متعین کیے گئے، جبکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مشرق، مغرب، شمال اور جنوب تمام کائنات کے لئے، نیز انسانوں کے علاوہ جنات کے لئے بھی نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ بھی تا قیام قیامت ہے اور اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب خاتم النبیین ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی سچی پیشینگوئیوں میں ذکر فرمایا کہ میرے بعد تیس ایسے آدمی آئیں گے جو بہت جھوٹے اور مکار ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ ان کا دعویٰ غلط ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں مسیلمہ نامی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا، سجاح نامی عورت نے بھی نبی ہونے کا اعلان کیا، ایک تیسرے شخص جس کا نام اسود عنسی تھا، نے بھی نبی ہونے کا اظہار کیا، ان مدعیان نبوت کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ اسلامی تاریخ سے واقف کار حضرات جانتے ہیں کہ چونکہ یہ دعویٰ کرنا اسلام سے بغاوت ہے، اس لئے ان کو سزا دے دی گئی۔ بغاوت بہت بڑا ظلم ہے، اس میں اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنا بھی ہے یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے وحی نہیں بھیجی، نبی نہیں بنایا وہ یہ دعویٰ کرے کہ مجھے وحی بھیجی گئی ہے۔ کتنا خطرناک دعویٰ ہے اور اس سے بڑا ظلم کوئی نہیں جو اللہ پاک پر بہتان باندھے جیسے کہ قرآن پاک کا اعلان ہے:

"ومن اظلم ممن افتری علی اللّٰہ کذباً او قال اوحی الی ولم یوح الیہ شیء" (الانعام ۹۳)

ترجمہ: "اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگائے یا یوں کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے، حالانکہ اس کے پاس کسی بات کی بھی وحی نہیں آئی۔" (تفسیر ابن کثیر)

الغرض ان ظالموں کو ان کے انجام تک پہنچایا گیا، چنانچہ مسیلمہ کذاب کو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:

"اللہ ہی جانتا ہے کہ ہم میں سے کس نے اسے قتل کیا، لیکن مسیلمہ اگر مرنے کے بعد زندہ ہوتا تو ہمیشہ ہی یہ کہتا کہ اسے اس سیاہ فام غلام نے قتل کیا ہے۔"

مسیلمہ خود نبوت کا دعویٰ کرتا تھا جو بہت خطرناک اور بڑی بات ہے، اس کے لوگوں کے بارے میں جنہوں نے اس کی نبوت کو تسلیم کیا اور اس کے ماننے والوں میں شامل ہوئے کیا سلوک مطلوب تھا، مندرجہ ذیل روایت سے واضح ہے:

"ابو داؤد و طیالسی میں بروایت ابو وائل عبداللہ سے مروی ہے کہ مسیلمہ کذاب کا خط ابن نواحہ اور ابن اثال لے کر آئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں آدمیوں سے فرمایا کہ: تم لوگ اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، انہوں نے اس کے جواب میں کہا کہ ہم مسیلمہ (کذاب) کے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ میں اس ذات کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں قاصد کا قتل کرنا پسند کرتا تو میں ضرور تمہارے قتل کا حکم دیتا۔" (ابوداؤد)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کی نبوت کو تسلیم کرنے والے کی سزا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قتل قرار دیتے ہیں، اور اس سزا کے نافذ کرنے والے بھی اس کو اپنے کارنامہ کے بطور بیان کرتے تھے، چنانچہ حضرت

وحشی رضی اللہ عنہ سے جب کوئی کہا کرتا کہ آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے اسلام کے شیر کو شہید کیا تو جواب میں کہتے تھے کہ میں نے دشمن اسلام باغی مسیلمہ کو بھی قتل کیا۔

اسی طرح سے دوسرا مدعی نبوت اسود عنسی تھا، اس کا فتنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری حصے میں برپا ہوا تھا۔

(''حضرت ابوبکر صدیق اکبر''ص:۱۱۸)

محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں:

''بالآخر دو شخصیتوں، قیس بن مکشوح المرادی اور فیروز دیلمیؒ نے اس کے گھر میں داخل ہو کر اسے قتل کر دیا، اس وقت وہ نشے کے عالم میں تھا۔''

(''حضرت ابوبکر صدیق اکبر''ص:۱۱۷)

اسود عنسی کے قتل کی اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ شانہ نے بذریعہ وحی کی۔ طبری اور ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے ہی واصل جہنم ہو گیا تھا۔ جس رات اس کے قتل کا واقعہ ہوا، اسی رات اللہ نے بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے کی اطلاع دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: ''عنسی کو قتل کر دیا گیا، اسے ایک بابرکت آدمی نے قتل کیا جو خود بھی ایک بابرکت خاندان سے تعلق رکھتا ہے، لوگوں نے دریافت کیا: حضور! اس کا قاتل کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فیروزؓ۔'' (حضرت ابوبکر صدیق اکبر ص:۱۲۵)

ایک روایت خود فیروز کی زبانی مروی ہے، جس میں وہ کہتے ہیں:

''جب ہم نے اسود کو قتل کیا تو وہاں کا نظام اس طرح برقرار رکھا جس طرح اسود کے تسلط سے پہلے تھا، ہم نے پہلے معاذ بن جبلؓ کو بلا بھیجا کہ وہ ہمیں نماز پڑھائیں اور دین کی تعلیم دیں۔ ہماری خوشی کی انتہا نہ تھی، کیونکہ ہم نے ایک بہت بڑے دشمن سے نجات حاصل کی تھی کہ ادھر اسود عنسی یمن میں واصل جہنم ہوا، ادھر مدینہ طیبہ میں آن کی آن میں حق تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشفی فرمادی۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں اتنی فرصت نہ تھی کہ حضرت فیروز دیلمیؒ مدینہ واپس آ کر خبر دیتے، ابھی حضرت فیروز دیلمیؒ یمن میں ہی تھے کہ اللہ نے خصوصی انتظام فرما کر اسود عنسی کے قتل کی خوشخبری سنادی۔ الغرض مختلف ادوار میں بہت سے لوگوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔''

دور حاضر میں بھی ایک بہت ہی شاطر آدمی جس کا نام مرزا غلام احمد قادیانی تھا اور وہ پنجاب (انڈیا) کے ضلع گورداس پور میں واقع علاقہ قادیان کا رہنے والا تھا۔ غیر مسلموں کے ساتھ مناظرے کرنے لگا، جس سے عوام الناس میں اس کی قدر بڑھی، مگر بتدریج اس نے پہلے پیر کا روپ اپنایا، پھر مجدد بنا پھر ۱۸۹۱ء میں مہدی اور مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور آخر میں یہ اعلان کیا کہ میں نبی ہوں، کبھی کہا: میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں جن کی تشریف آوری کی پیشینگوئی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے، بعد میں اور آگے بڑھا تو کہا کہ میں ہی حضور ہوں، اس کے لئے اس نے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ علی صاحبہ الصلوٰۃ والتسلیمات میں تحریف کی۔ یوں وہ زمانہ حاضر میں عظیم فتنہ بنا۔ مرزا غلام احمد یعنی اس کے نام کے اعتبار سے اس کے اس فتنہ کو مرزائی فتنہ سے تعبیر کرتے ہیں، علاقہ کی نسبت سے قادیانی فتنہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ علماء کرام نے اپنے اپنے وقت میں اس فتنہ کا بھرپور مقابلہ کیا۔ حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ اور ان کے شاگردوں نیز دیگر علماء کرام کی خدمات سب کے سامنے ہیں، بلکہ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی اس میدان میں خدمات اس قدر مقبول ہوئیں کہ مشہور بزرگ حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ ایک مرتبہ حج کے موقع پر مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفاً) حاضر ہوئے اور دل میں ارادہ کیا کہ اب وطن (پاکستان) واپس نہ جاؤں گا بلکہ مدینہ منورہ میں قیام کروں گا، اسی دوران آقائے نامدار، سرور کائنات، فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے کہ ارشاد فرمارہے ہیں کہ:

''یہاں دین کا کام خوب ہو رہا ہے، آپ کے وطن میں آپ کی ضرورت ہے، وہاں جا کر میرے بیٹے عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ ختم نبوت کے محاذ پر تمہارے کام سے میں گنبد خضرا میں خوش ہوں، ڈٹے رہو، اس کام کو خوب کرو، میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں۔''

مولانا حج سے واپسی پر سیدھے ملتان پہنچے۔ حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری چارپائی پر تھے۔ خواب سنایا، شاہ جی تڑپ کر نیچے گر گئے، کافی دیر بعد ہوش آیا، بار بار پوچھتے، درخواستی صاحب! میرے آقا و مولا نے میرا نام بھی لیا تھا؟ حضرت درخواستی کے اثبات میں جواب دینے پر پھر وجد کی کیفیت طاری ہوئی۔ (چند منامی بشارتیں، ص:۶،۷)

لہٰذا اس بات کا ہمیں خیال رکھنا چاہئے کہ سیرت پاک کے بیانات میں دیگر اور موضوعات کے علاوہ ختم نبوت کے موضوع پر ضرور بالضرور آسان زبان میں مدلل اور مبرہن روشنی ڈالیں تاکہ امت مسلمہ اس اہم ترین گوشہ سیرت سے بخوبی واقفیت حاصل کرسکے، یہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔ ☆☆

کیا اسلام کی اشاعت میں جبرواکراہ کا دخل ہے؟

دوسری قسط

مولانا اسرارالحق قاسمی، انڈیا

ہجرت مدینہ کے دوسرے سال کے اواخر یا نصف میں مسلمانوں کو جہاد اور کافروں کے خلاف مقاتلے کی اجازت مل گئی لیکن یہ جہاد اس لئے نہیں شروع کیا گیا کہ اس کے ذریعے سے کافروں اور مشرکوں کو زبردستی دائرہ اسلام میں داخل کیا جائے بلکہ اللہ نے اسے اس لئے شروع کیا کہ اس کے ذریعے سے دین اسلام کا دفاع کیا جائے، اس کو درپیش مشکلات اور عوائق وموانع کا مقابلہ کیا جائے اور اس کی اشاعت کی راہ میں حائل ہونے والوں کو دور کیا جائے، مسلمانوں کی حفاظت کو یقینی بنایا جائے، روئے زمین پر ایک خدا کی پرستش اور عبادت کے تصور کو عام کیا جائے، ظلم وزیادتی، ناانصافی، بدامنی کا خاتمہ کیا جائے، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قتال اور جہاد کا حکم دیتے وقت بھی مسلمانوں کو یہ تلقین کی کہ وہ ایسے لوگوں پر دوران جنگ ہاتھ نہ اٹھائیں جنہوں نے مذہب کے نام پر انہیں پریشان نہیں کیا اور ان کی ایذا رسانیوں میں دوسروں کے ساتھ شریک نہ رہے، مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ دوران جنگ ایسے لوگوں سے اپنے ہاتھ کھینچے رکھیں، ان کے ساتھ انصاف اور حسن سلوک کا معاملہ کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَأَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوْا عَلٰى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ“ (سورۃ الممتحنہ:۸،۹)

اس آیت کریمہ سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا موقف یہ نہیں کہ اگر تم ہمارے ساتھ صلح کرو تو ہم تمہارے ساتھ صلح پسندی کا معاملہ کریں گے بلکہ وہ کافروں کی جماعت کے ساتھ بھی رحم وکرم اور حسن سلوک کا حکم دیتا ہے، پھر قرآن کریم میں دین سے روکنے والے اور دین کے راستے میں روڑا اٹکانے والے کافروں کے ساتھ جنگ کرنے کا جو حکم دیا گیا تو مطلقاً نہیں بلکہ اس میں بھی حدود وقیود طے کر دیے گئے اور حد اعتدال سے تجاوز کو ممنوع قرار دیا گیا:

”وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا۔“ (البقرہ:۱۹۰)

یہ اور ان کے علاوہ دیگر قرآنی آیات اور خدائی احکام کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب اور مجاہدین کو جنگ کے رہنما اصول بتائے جن پر وہ ہمیشہ کاربند رہے، کمزوری ومغلوبیت کے زمانے میں بھی اور فتح اور غلبہ کے بعد بھی انہوں نے کسی بھی موقع پر مفتوحین کے ساتھ روایتی فاتحین جیسا حیوانی سلوک نہیں کیا، انہوں نے کسی بھی جنگ میں عورتوں اور بچوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا، انہوں نے کسی بھی شہر یا ملک کو فتح کرنے کے بعد شہریوں کے اموال اور جائیداد اور عورتوں کو اپنی ملکیت نہیں بنایا اور ان کی عصمت وعفت پر دست درازی نہیں کی بلکہ اسلامی ضابطے کے مطابق اپنے سپہ سالار کی ہدایت پر عمل کیا، یہی وجہ ہے کہ ان کے ایسے کردار سے متاثر ہونے والوں اور پھر دامن اسلام سے وابستہ ہونے والوں میں مسلسل اضافہ ہوا اور اسلام اپنی آمد کے بعد بہت ہی کم دنوں میں دنیا بھر کے بیشتر خطوں میں پھیل گیا۔

۴:... اسلام کی بنیادی تعلیمات (نصوص قرآن، احادیث کریمہ) اس تصور کو سرے سے مسترد کرتی ہیں کہ اس کی اشاعت میں کسی بھی قسم کی زور زبردستی کا دخل رہا ہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس چیز کو بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔“ (البقرہ:۲۵۶)

ترجمہ: ”دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت اور گمراہی دونوں واضح ہیں، پس جو شخص باطل معبودوں کا انکار کرکے ایک خدا پر ایمان لے آیا، اس نے مضبوط چیز کو تھام لیا جو جدا ہونے والی نہیں ہے اور اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔“

اس آیت کریمہ کے سبب نزول کو جان لینا بھی دلچسپی سے خالی نہیں، مفسرین نے بیان کیا ہے کہ انصار کے بنی سالم بن عوف کے ایک شخص کے دو بیٹے تھے جو بعثت نبوی سے قبل ہی نصرانی مذہب اختیار

کر چکے تھے۔ ایک زمانے کے بعد وہ دونوں نصرانیوں کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ تجارت کی غرض سے آئے، ان کے والد (جو مسلمان ہو چکے تھے) نے جب انہیں دیکھا تو ان کے پیچھے پڑ گئے اور کہنے لگے کہ جب تک تم دونوں مسلمان نہیں ہو جاتے میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں، یہاں تک کہ یہ معاملہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا، انصاری صحابی نے آپ سے کہا کہ اللہ کے رسول! میرے جسم کے ٹکڑے جہنم میں داخل ہوں اور میں دیکھتا رہوں؟ (ایسا نہیں ہوسکتا)، اسی موقع پر مندرجہ بالا آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں یہ واضح کر دیا گیا کہ ایمان اور کفر انسان کا ذاتی معاملہ ہے، کوئی کسی کو ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا، چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹوں کا راستہ چھوڑ دیا۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے قول باری تعالیٰ "لا اکراہ فی الدین" کے بارے میں زید بن اسلم سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی زندگی میں کسی کو مذہب اسلام اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا، اس کے باوجود کفار آپ کی جان کے درپے ہو گئے تو ایسے موقع پر اللہ نے آپ کو ان سے لڑنے کی اجازت مرحمت فرمادی اور "لا اکراہ فی الدین" کا مطلب یہ ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اس میں داخل ہونے کے لئے کسی کو مجبور کریں۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔" (سورہ یونس:۹۹)

ترجمہ: "کیا آپ لوگوں کو ایمان لانے کے لئے مجبور کریں گے؟ (یعنی آپ ایسا نہیں کر سکتے)۔"

ایک اور جگہ فرمایا:

"فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ۔" (الکہف:۲۹)

ترجمہ: "جو چاہے وہ ایمان لائے اور جو چاہے وہ کفر کرے۔"

یعنی اپنی مرضی سے جو شخص ایمان قبول کرے گا، اسے اس کا اجر ملے گا اور جو انکار و شرک کا ارتکاب کرے گا وہ اس کے انجام بد سے دوچار ہوگا، اس معاملے میں کسی پر کسی کا دباؤ نہیں ڈالا جائے گا۔

اس آیت سے صریح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہر انسان کے اختیار اور رضامندی کا معاملہ ہے کہ جونسا مذہب چاہے اختیار کرے اور جسے چاہے ترک کردے، ہاں بتقاضائے مصلحت انسانی و مقصد تخلیق انسانی اللہ تبارک وتعالیٰ کو دین وحدانیت پسندیدہ ہے، وہ ایمان و اسلام کو پسند کرتا ہے اور اسی کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے جبکہ کفر سے روکتا ہے اور اس کے بدترین نتائج سے لوگوں کو باخبر کرتا ہے، قرآن کریم میں اس مفہوم کی آیتیں بکثرت پائی جاتی ہیں، اسلام کے ایک آخری پسندیدہ اور مکمل مذہب ہونے کی وجہ سے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو مذہب کے معاملے میں اختیار دینے کے باوجود فرمایا ہے:

"إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا۔" (الکہف:۲۹)

ترجمہ: "ہم نے کافروں کے لئے جہنم کی آگ تیز کر رکھی ہے، جس کی قناتیں انہیں چاروں جانب سے گھیر لیں گی۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرانا اور اس کی وحدانیت کا انکار کرنا انسانی تاریخ کا سب سے بڑا ظلم ہے، اس لئے قرآن میں جو مذہب کے حوالے سے عدم اکراہ اور تخییر کی بات آئی ہے، اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ کفر و شرک کرنا جائز ہے یا اللہ تبارک وتعالیٰ ایسا کرنے والوں سے بھی راضی ہیں، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ علمائے تفسیر نے مذکورہ بالا آیتوں کو تہدید اور وعید پر مشتمل قرار دیا ہے حتیٰ کہ بہت سے علمائے بلاغت تہدید و وعید کے موقع پر بطور مثال کے ان ہی آیات کو پیش کرتے ہیں، پس معلوم ہوا کہ گویا آیات اپنی ظاہری نص کے اعتبار سے تخییر کے معنی پر مشتمل ہیں، لیکن یہ تخییر ایسی ہے کہ جس میں تہدید اور دھمکی کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے، ان آیات سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں مذہب کے معاملے میں کسی پر کوئی جبر اور زبردستی نہیں کی جائے گی لیکن اس سے یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ اسلام کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے تمام موجودہ مذاہب حق پر ہیں اور انسان جس مذہب پر بھی چاہے اعتقاد رکھے اور اسی کے مطابق زندگی گزارے، ایسا ہرگز بھی نہیں، ایمان کو چھوڑ کر کفر اختیار کرنے کی سزا تو ملنی ہی ہے۔ احادیث میں بھی اس مفہوم کی روایات پائی جاتی ہیں، جن میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔

امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں اپنی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی شخص کو کسی اسلامی فوج کا امیر اور سپہ سالار بناتے تو اسے تقویٰ اختیار کرنے اور ساتھی مجاہدین کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے کہ: اللہ کے راستے میں اللہ کا نام لے کر لڑو، کافروں سے قتال کرو، لڑو اور دھوکا و فریب نہ دو، لاشوں کا مثلہ نہ کرو، کسی نوزائیدہ بچے کو قتل نہ کرو اور جب بھی کسی مشرک قوم سے مقابلہ ہو تو اسے تین باتوں کی دعوت دو، وہ ان میں سے جس بات کو قبول کرلیں تو تم اسے چھوڑ دو، تم اسے اسلام کی دعوت دو پس اگر وہ اسلام قبول کرلے تو تم بھی انہیں قبول کرلو اور انہیں کسی قسم کا گزند نہ پہنچاؤ اور اگر وہ لوگ انکار کریں تو ان (کے تحفظ کے لئے) سے جزیہ مانگو، اگر وہ جزیہ دینے کے لئے تیار ہو جائیں تو انہیں اپنے حال پر چھوڑ دو اور اگر

وہ جزیہ دینے کے لئے بھی آمادہ نہ ہو تو پھر تم اللہ کی نصرت و مدد طلب کرو اور ان سے قتال کرو۔"

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی نے مسلمانوں کو اسی وقت کافروں سے لڑنے کی اجازت دی ہے جب امن اور صلح کی کوئی راہ باقی نہ رہے اور قطعی طور پر یہ ثابت ہو جائے کہ کفار و مشرکین اپنے کبر و غرور اور خدا بیزاری میں حد سے گزرے ہوئے ہیں، ہاں اس ذیل میں یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ جزیہ لوگوں کو اسلام پر مجبور کرنے کے لئے نہیں بلکہ یہ اسلامی مملکت و حکومت کے ذریعے ان کی خدمات، حفاظتی تدابیر اور نگہداشت کے عوض ہے، اسلامی تاریخ میں اس کی ایک واضح ترین اور سب سے بڑی دلیل وہ واقعہ ہے جسے علامہ بلاذریؒ نے اپنی کتاب "فتوح البلدان" میں نقل کیا ہے:

"جب ہرقل نے مسلمانوں سے مقابلے کے لئے اپنے لوگوں کو اکٹھا کیا اور یرموک کا واقعہ پیش آیا تو مسلمانوں نے حمص کے عیسائیوں سے لیا ہوا جزیہ واپس کر دینے کا فیصلہ کیا اور ان سے کہا کہ ہم تمہاری حفاظت اور مدد نہیں کر سکتے، لہٰذا تم خود اپنا انتظام کر لو اور ہم تم سے لیا ہوا مال واپس کئے دیتے ہیں تو حمص والوں نے کہا کہ تمہاری ولایت اور انصاف ہمارے لئے ہمارے بادشاہ کے ظلم و جور سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہے اور ہم سب تمہاری فوج اور سپہ سالار کے ساتھ مل کر ہرقل کی فوج کا مقابلہ کریں گے، اسی طرح دوسرے شہروں کے ان یہود و نصاریٰ نے بھی یہی بات کہی جن سے مسلمانوں نے صلح کر رکھی تھی، ان سب نے کہا کہ اگر روم کا بادشاہ اور اس کی فوج ہم پر غالب آجاتی ہے تو ہمیں پھر پہلے جیسے بُرے دن ہی دیکھنے پڑیں گے اور جب تک ہم مسلمانوں کی حفاظت میں ہیں اپنی اپنی زندگی جینے کے لئے آزاد ہیں۔"

(فتوح البلدان عربی ۱/۱۴۳، اردو ترجمہ ۱/۲۲۱)

اگر اس موقع پر کسی شخص کو اللہ کے نبی کے اس قول: "امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا: لا الٰہ الا اللّٰہ و ان محمداً رسول اللّٰہ" کے حوالے سے کوئی اشکال ہو اور وہ کہے کہ: "اللہ کے نبی تو یہ فرما رہے ہیں کہ مجھے اس وقت تک کافروں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ سب کے سب اسلام قبول نہ کرلیں تو پھر یہ مصالحت اور کافروں کو اپنے مذہب پر برقرار رکھنے والی بات کیسے مان لی جائے؟" تو محدثین نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ایک خاص پس منظر میں ہے اور اس سے مراد عرب کے بت پرست ہیں، رہی بات یہود و نصاریٰ جیسے اہل کتاب کی تو ان کے ساتھ تو وہی معاملہ کیا جائے گا جس کی صراحت گزشتہ حدیث میں ہوئی ہے، ویسے بہت سے محدثین مثلاً امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ مشرکین عرب سے بھی اسی مذکورہ اصول کے مطابق عمل کرنے کے قائل ہیں یعنی انہیں بھی اسلام پیش کیا جائے گا، نہ مانیں تو اسلامی قلمرو میں رہنے کے عوض ان کی حفاظت کے مصارف کے طور پر ان سے جزیہ طلب کیا جائے گا اور اگر وہ اس پر بھی راضی نہ ہوں تو پھر ان سے قتال کیا جائے گا۔

اگر ہم غور کریں تو امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ کا مسلک اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور کے پس منظر میں غلط بھی نہیں ہے، کیونکہ فتح مکہ تک جو لوگ کفر و شرک پر جمے ہوئے تھے انہوں نے اسلام کی راہ میں روڑے اٹکانے کی تمام تر کوششیں کر لی تھیں پھر یہ کہ وہ لوگ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و حقانیت کو دوسرے تمام خطوں کے لوگوں سے زیادہ جانتے اور سمجھتے تھے، کیونکہ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی عرب النسب اور ان ہی کے وطن اور قوم کے فرد تھے اور جو قرآن آپ پر اتارا گیا تھا وہ بھی ان ہی کی زبان عربی میں اتارا گیا تھا تو اس طرح حق تو ان کی نگاہوں کے سامنے بالکل واضح اور صاف تھا، اگر وہ اس کے باوجود ایمان نہیں لائے تو اس کا مطلب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ راہ حق سے خود بھی سرگرداں تھے اور متبعین حق کو ان کے راستے سے ہٹانے اور بھٹکانے پر بھی تلے ہوئے تھے۔ مزید یہ کہ شرک اور کفر سراسر ایک باطل مذہب ہے اور باطل مذاہب کے پیروکاروں کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ حق کے خلاف پوری قوت سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور حق پرستوں کو دبانے اور مٹانے کے لئے تمام تر تدبیریں بروئے کار لاتے ہیں، ماضی میں بھی ایسا ہوتا رہا ہے اور عصر حاضر میں بھی یہ سلسلہ پوری قوت کے ساتھ جاری و ساری ہے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج دنیا میں جو قومیں متمدن اور ترقی یافتہ سمجھی جاتی ہیں وہ اپنی شان و شوکت کے تحفظ کی خاطر کیا کیا نہیں کر رہی ہیں، صرف اپنے مفادات کی خاطر آئے دن لاکھوں انسانوں کی جانیں لے رہی ہیں، ملکوں کو تاراج اور شہروں کو برباد اور نیست و نابود کر رہی ہیں، لیکن چونکہ دانش و بینش اور فکر و عقل کے پیمانے بدل چکے ہیں اس لئے ان پر تو کوئی بھی اشکال نہیں کرتا، کیا اپنا سر پُرغرور اور اونچا رکھنے کے لئے ان کی یہ انسانیت کُش کارروائیاں حلال ہیں جبکہ یہی اگر کوئی اور قوم اپنے تحفظ کی خاطر کرتی ہے تو اس کے لئے حرام قرار دیا جاتا ہے۔

فتح مکہ کے بعد عرب کے بیشتر افراد اور قبائل اسلام کی حقانیت کو سمجھ لینے کے بعد اس کے دامن سے وابستہ ہو چکے تھے، ایسے لوگوں کی تعداد بہت ہی کم تھی جو تا ہنوز اپنے کفر پر اڑے ہوئے تھے ایسے میں ان کے ساتھ جو بھی کیا گیا وہ ظلم ہرگز نہیں تھا وہ عین انصاف تھا اور اس سے اسلام کے خلاف افترا پردازی کرنے والوں کو دلیل پکڑنے کا کوئی جواز نہیں ملتا۔

(جاری ہے)

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

تبلیغی اسفار

جناب اکرام اللہ شاہد سے ملاقات: جناب اکرام اللہ شاہد صوبہ خیبر پختونخواہ کے نامور عالم دین مولانا مدرار اللہ مدرار کے فرزند ارجمند اور ایم ایم اے کے دور میں سرحد اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر رہے۔ آنجناب کا تعلق جمعیت علماء اسلام (س) سے تھا۔ آج کل (ف) میں ہیں۔ آپ کی شاندار لائبریری دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ موصوف حال ہی میں سفر عمرہ سے واپس آئے۔ آپ نے مسرت کے ساتھ وفد ختم نبوت کا خیر مقدم کیا۔ مدینہ طیبہ کی کھجوروں اور آب زمزم سے وفد کی تواضع کی۔ خدام ختم نبوت کافی دیر ان کی معیت میں بزرگوں کی یاد تازہ کرتے رہے۔ جناب اکرام اللہ شاہد ہمارے انکار کے باوجود گاڑی تک تشریف لائے اور شکریہ کے ساتھ وفد کو الوداع کیا۔

چارسدہ دفتر میں حاضری: جناب اکرام اللہ شاہد سے فارغ ہوکر چارسدہ کی طرف روانہ ہوئے، جہاں ضلعی دفتر میں مجلس چارسدہ کے رفقاء مولانا نجیب الاسلام، حاجی عبدالرحمن، حاجی حکیم اللہ، حاجی حمید اللہ، بھائی عبدالوہاب ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ عشاء کی نماز دفتر میں باجماعت ادا کی اور رات حاجی حمید اللہ کے گھر آرام کیا۔ چارسدہ کی جماعت کے امیر مولانا پیر حزب اللہ جان کی امارت وقیادت میں ترقی کے منازل طے کر رہی ہے۔ شعبہ نشر واشاعت خوب متحرک ہے۔ سالانہ کیلنڈر ہزاروں کی تعداد میں شائع کرتی ہے۔ نیز کی رنگ، بیج، بال پوائنٹ اور دیگر کئی جدید چیزیں تیار کی جاتی ہیں۔ مولانا نجیب الاسلام فعال اور متحرک عالم دین ہیں۔ گزشتہ دنوں ان کے کئی آپریشن ہوئے۔ بایں ہمہ اپنی جسمانی کمزوری کے باوجود جماعتی کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ اللہ پاک انہیں صحت وتندرستی سے سرفراز فرمائیں۔ ۱۰؍مارچ صبح ساڑھے آٹھ بجے دفتر سے ملحقہ مسجد میں جماعتی رفقاء کی تربیتی نشست رکھی ہوئی تھی۔ راقم نے پون گھنٹہ تقریباً جماعتی تاریخ اور خدمات پر بیان کیا اور کارکنوں کو بتلایا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت ہمیشہ صلحائے امت، فضلائے ملت کے ہاتھوں میں رہی ہے۔ اس وقت بھی مجلس کی قیادت حضرت استاذ المحدثین مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، حضرت حافظ ناصرالدین خاکوانی، حضرت صاحبزادہ عزیز احمد، حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری دامت برکاتہم فرمارہے ہیں، مجلس کا ایک مضبوط تبلیغی نیٹ ورک ہے، مجلس اعتدال کے ساتھ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت وچوکیداری کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔ نئے نئے ناموں سے ختم نبوت کے محاذ کو کمزور کرنا کوئی دانشمندی نہیں ہے۔ راقم نے نوجوانوں سے کہا کہ بزرگوں کی قیادت میں جذبات سے ہٹ کر اعتدال کے ساتھ عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کا کام کرو اور اس کی برکات دیکھو۔

جامعہ تدریس القرآن منڈنی: جامعہ تدریس القرآن منڈنی میں قرآن پاک حفظ وناظرہ کے ساتھ ساتھ درس نظامی کے تمام شعبوں میں ۱۶۳ طلبا زیر تعلیم ہیں۔ جامعہ تدریس القرآن کی بنیاد فاضل دارالعلوم دیوبند مولانا نور محمد ابن مولانا علی احمد نے رکھی۔ اس وقت اہتمام وانتظام کے فرائض مولانا محمد طیب ابن مولانا فضل احمد نے سنبھال رکھے ہیں۔ تیرہ اساتذہ کرام تعلیم وتدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں، پختون ذوق کے مطابق تعلیمی ذوق بہت عمدہ ہے۔ ظہر کی نماز کے بعد راقم کا بیان ہوا۔

مسجد باباجی میں بیان: عصر کی نماز کے بعد ۱۰؍مارچ کو مسجد باباجی سے ملحقہ مدرسہ میں راقم کا بیان ہوا۔ اس مدرسہ میں بھی سینکڑوں طلبا زیر تعلیم ہیں۔ مدارس میں ہونے والے بیانات میں زیادہ تر ختم نبوت کورس چناب نگر کی دعوت چلائی گئی۔ صوبہ کے مدارس سے سینکڑوں طلبا نے نام لکھوائے۔ چارسدہ سے چل کر عشاء کی نماز کے بعد جامع مسجد بلال شیخ آباد پشاور میں ادا کی۔ رات کی رہائش جمعیت علماء اسلام کے ضلعی امیر مولانا خیر البشر مدظلہ کے حجرہ میں رہی۔

جمعۃ المبارک کا خطبہ: ۱۱؍مارچ جمعۃ المبارک کا خطبہ راقم الحروف نے ضلع کچہری پشاور کی مسجد میں دیا، تین بجے تا پانچ بجے سہ پہر تک جامع مسجد الوزیر میں کے پی آئی میں منعقدہ کورس میں لیکچر دیا۔ مسجد الوزیر میں ۱۱، ۱۲؍مارچ کو دوروزہ کورس منعقد ہوا۔ پہلے روز تلاوت ونعت کے بعد راقم اور عصر سے مغرب تک مولانا تاج محمد نے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وضرورت پر لیکچر دیئے۔ ۱۲؍مارچ کو راقم نے حیات عیسیٰ علیہ السلام پر لیکچر دیا اور نوٹس لکھوائے جبکہ مولانا گل اسلام نے عصر تک اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت رحیم یار خان کے فاضل مبلغ مفتی محمد راشد مدنی نے عصر تا مغرب تک لیکچر دیئے۔

جامع مسجد کرمے شاہ نوشہرہ میں کورس: جامع مسجد کرمے شاہ نوشہرہ میں بھی ۱۱،۱۲ مارچ کو ختم نبوت کورس منعقد ہوا۔ پہلے روز مولانا مفتی راشد مدنی، مولانا محمد طیب اسلام آباد کے لیکچر ہوئے۔ دوسرے روز ظہر سے عصر تک مولانا راشد مدنی، مولانا محمد طیب اور عصر تک راقم کے لیکچرز ہوئے جس میں سینکڑوں سے متجاوز، طلبا، علما، ائمہ اور خطبا مساجد نے شرکت کی۔ کورس میں شرکاء کی کثرت سے محسوس ہو رہا تھا کہ کورس میں کانفرنس ہے۔ ضلعی امیر مولانا محمد اسلام اور ان کے رفقاء کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ مولانا قاری محمد اسلم کے دادا مولانا محمد علی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے بھائی تھے۔ تحریکِ آزادی کے دوران افغانستان ہجرت کر گئے۔ حالات نارمل ہونے کے بعد واپس آ گئے اور نوشہرہ کی آب و ہوا انہیں اتنی پسند آئی کہ یہاں کے ہو کر رہ گئے۔

ختم نبوت کانفرنس صوابی میں شرکت: صوابی مجلس کافی عرصہ سے اپنے ضلعی امیر مولانا اعزاز الحق کی سرپرستی و نگرانی میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس کرتی چلی آ رہی ہے۔ امسال بھی ۱۳ اپریل صبح ۸ بجے سے عصر کی نماز تک مثالی کانفرنس منعقد ہوئی، جس کی صدارت ضلعی امیر مولانا اعزاز الحق نے کی۔ تفصیلی رپورٹ تو انشاء اللہ العزیز صوابی مجلس کی طرف سے آئے گی۔ کانفرنس میں ہزاروں مسلمانوں نے بڑے جوش و خروش سے شرکت کی۔ اجتماع کی تشہیر کے لئے بڑے بڑے پینا فلیکس اور بینرز لگائے گئے۔ ہزاروں اشتہارات، اسٹیکرز سے صوابی شہر کو دلہن کی طرح سجایا گیا۔ کانفرنس اور اجتماع کی کامیابی کے لئے مدارس عربیہ کے اساتذہ کرام اور طلبا نے مساجد میں کئی کئی روز اعتکاف کی نیت سے تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رکھا۔ گھروں میں خواتین نے روزے رکھے۔ کانفرنس کا نظم و نسق مثالی تھا۔ کانفرنس چناب نگر کانفرنس کا منظر پیش کر رہی تھی۔ کانفرنس سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی پشاور، مولانا اکرام الحق مردان، قاری محمد اسلم نوشہرہ، مفتی محمد راشد مدنی رحیم یار خان، مولانا قاضی احسان احمد کراچی، مولانا عابد کمال پشاور، مولانا صابر شاہ صوابی، مولانا اصفہان الحق صوابی، مولانا محمد طیب اسلام آباد اور راقم کے علاوہ دسیوں علماء کرام نے اردو اور پشتو میں بیانات کئے۔ یہ مبارک سلسلہ عصر تک جاری رہا۔ صوابی سے بعد نماز ظہر روانہ ہو کر رات پنجن کسانہ مولانا شبیر احمد کے پاس قیام کیا۔

مولانا ظفر علی خان کے مزار پر: مولانا ظفر علی خان مولوی سراج الدین کے گھر ۱۲۵۰ھ کو پیدا ہوئے۔ خاندان کے بزرگوں نے آپ کا نام ''خداداد'' رکھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے دادا مولوی کرم الٰہی سے حاصل کی۔ مڈل مشن ہائی اسکول وزیر آباد سے کیا۔ میٹرک مہندرا کالج پٹیالہ سے کیا۔ انٹر کے بعد علی گڑھ کالج جو محمڈن اورینٹل کالج کے نام سے مشہور تھا، ایف اے وہیں سے کیا۔ آپ نے ۱۸۹۵ء میں بی اے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔

آپ کے والد نے ہفت روزہ زمیندار کے نام سے اخبار شروع کیا۔ انہوں نے وفات سے پہلے زمیندار کی ادارت مولانا کے سپرد کی، آپ نے اسے روزنامہ کی صورت میں ترقی دی اور اس کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔ زمیندار جلد ہی عوام و خواص میں مقبول ہو گیا۔ مولانا نے نظم و نثر کے ذریعہ اس کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔

۲۹ دسمبر ۱۹۲۹ء کو مجلس احرار اسلام کی تشکیل ہوئی۔ مولانا ابتدائی اجلاس میں شریک ہوئے اور مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام چلنے والی تمام تحریکوں میں پیش پیش رہے۔ تحریک شہید گنج سے راستے علیحدہ ہو گئے۔ آپ ایک شعلہ بیان خطیب، نامور صحافی، ادیب اور شاعر تھے۔ قادیانیوں کے خلاف جدوجہد میں شاہ جیؒ اور آپ کے رفقاء کے شانہ بشانہ رہے۔ قید و بند کی صعوبتوں کو جرأت مندی اور بہادری سے برداشت کیا۔ نظم و نثر میں قادیانیت کو خوب رگیدا ''ارمغان قادیان'' کے نام سے آپ کا قادیانیوں کے خلاف سینکڑوں صفحات پر مشتمل دیوان ظفر علی خانؒ سے دیوان موجود ہے۔ ۲۷ نومبر ۱۹۵۶ء کو وفات پائی۔ کرم آباد تحصیل وزیر آباد ضلع سیالکوٹ میں آپ کا مزار مرجع عوام و خواص ہے۔

مولانا کے مزار پر حاضری دینے کے بعد سیالکوٹ آ گئے، جہاں جامعہ فاروقیہ، دارالعلوم شہابیہ میں مولانا فقیر اللہ اختر کی معیت میں حاضری اور بیانات ہوئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ کے امیر پیر شبیر احمد گیلانی کے ظہرانے میں شرکت کی۔ معروف مصنف و مورخ مولانا حکیم محمود احمد ظفر کی عیادت کی اور ان کی اہلیہ محترمہ کی وفات پر ان سے تعزیت کا اظہار کیا۔

ختم نبوت کانفرنس سیالکوٹ میں شرکت: ۱۴ر مارچ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامع ہجوریؒ مسجد ہادی ٹاؤن میں عشاء کے بعد منعقد ہونے والی ''ختم نبوت کانفرنس'' میں شرکت کی۔ کانفرنس سے مقامی علماء کرام کے علاوہ مرکزی نائب امیر حضرت پیر طریقت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی دامت برکاتہم کا تفصیلی خطاب ہوا۔ بندہ نے بھی بیان کیا۔ مولانا محمد قاسم گجر نے نعتیہ کلام پیش کیا۔ بیان سے فارغ ہو کر راقم مولانا محمد قاسم گجر کی معیت میں گوجرانوالہ کے لئے روانہ ہوا۔

حضرت اقدس مولانا سید جاوید حسین شاہ

صاحب کی خدمت میں: معلوم ہوا کہ حضرت سیدی و مرشدی دامت برکاتہم ہاشمی کالونی گوجرانوالہ میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری ہوئی اور رات کا آرام مدرسہ فتاح العلوم میں کیا۔

مولانا مفتی محمد عیسیٰ گورمانی کی خدمت میں: ملک کے نامور فقیہ اور مفتی حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ گورمانی مدظلہ کی خدمت میں حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم کی معیت میں حاضری دی اور ۱۵؍مارچ کو چائے بھی حضرت مفتی صاحب کے ساتھ پی، حضرت مفتی صاحب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگوں کے حالات اور واقعات بہت مزے لے لے کر سناتے رہے اور یہ مجلس دو گھنٹے سے زائد رہی۔

ختم نبوت کانفرنس گوجرانوالہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامع مسجد ختم نبوت ہاشمی کالونی کنگنی والا میں ۱۵؍مارچ بعد نماز مغرب ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت امیر مجلس مولانا محمد اشرف مجددی نے کی، جبکہ مہمان خصوصی پیر طریقت حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ مرکزی نائب امیر تھے۔

راقم الحروف اور مقامی حضرات کے خطاب کے بعد آخری خطاب حضرت خاکوانی مدظلہ کا ہوا، تلاوت مجلس گوجرنوالہ کے ناظم اعلیٰ حافظ محمد یوسف عثمانی نے کی۔

عزیزی محمد اسلم کی رحلت: بندہ کے چچازاد بھائی ماسٹر منظور احمد کے فرزند ارجمند جناب محمد اسلم ۱۶؍مارچ کو انتقال فرماگئے۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند اور نیک سیرت معلم اور اسکول ٹیچر تھے۔ کافی عرصہ سے ہیپاٹائٹس کے مریض چلے آرہے تھے۔ ۱۵؍مارچ عشاء کی نماز باجماعت ادا کی اگلے دن قبل از دوپہر انتقال فرماگئے۔ ان کی نماز جنازہ میں سینکڑوں سے متجاوز حضرات نے شرکت کی۔ امامت کے فرائض راقم نے سرانجام دیئے۔

ختم نبوت کانفرنس لیہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لیہ کے زیر اہتمام جامع مسجد کرنال میں ۱۸؍مارچ بروز جمعہ ختم نبوت کانفرنس اور صوفیاء کرام کا اجتماع منعقد ہوا۔ قبل از جمعہ مرکزی نائب امیر حضرت حافظ ناصر الدین خاکوانی نے اصلاحی خطاب فرمایا جبکہ بعد نماز جمعہ شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا، پیر طریقت مولانا عبدالقادر ڈیروی اور راقم کے خطابات ہوئے۔ کانفرنس عصر کی نماز تک جاری رہی۔ جبکہ قبل از جمعہ حضرت مولانا اللہ وسایا نے جامع مسجد ہاؤسنگ کالونی، مولانا قاضی عبدالخالق نے موتی مسجد اور راقم الحروف نے جامع مسجد حافظ آباد میں جمعۃ المبارک کے خطبات دیئے۔

لیہ کے مدارس میں خطاب: اگلے روز راقم نے جامعہ اشرف المدارس، جامع عثمان علی، مدرسہ احیاء العلوم تعلیم القرآن میں اساتذہ کرام وطلباء سے خطاب کیا اور چناب نگر کورس میں شرکت کی دعوت دی، خاصی تعداد میں طلباء نے نام لکھوائے۔

ختم نبوت کانفرنس جگی موڑ: چک نمبر ۵۱۶ جگی موڑ میں ۲۰؍مارچ دن کو عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، جس کا انتظام مولانا غلام محمد دین پوری، چوہدری مشتاق احمد گجر اور ان کے رفقاء نے کیا۔ کانفرنس سے حضرت اقدس حافظ ناصر الدین خاکوانی، مولانا مفتی محمد ادریس کوٹ ادو، شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید فاروقی چوک سرور شہید، محمد اسماعیل شجاع آبادی اور دیگر کئی ایک علماء کرام نے خطاب کیا، جبکہ علاقہ کے معروف نعت خواں حضرات نے حمد وثنا اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کیں۔ کانفرنس قبل مغرب حضرت خاکوانی صاحب کی دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔

۲۱؍مارچ بعد نماز فجر جامعہ مظاہر العلوم کوٹ ادو، بعد نماز ظہر جامعہ حبیب المدارس باکی والی علی پور، قبل از عصر جامعہ حسینیہ علی پور میں طلبا و اساتذہ کرام سے خطابات ہوئے۔

ختم نبوت کانفرنس خانیوال: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت خانیوال کے امیر پیر طریقت حضرت مولانا خواجہ عبدالماجد صدیقی مدظلہ باہمت عالم دین اور شیخ طریقت ہیں، جو ہر سال نقشبندی اجتماع کے ساتھ ساتھ ختم نبوت کانفرنس بھی کراتے ہیں۔ امسال ۲۳، ۲۴، ۲۵؍مارچ کو آپ نے صوفیاء کرام کا اجتماع رکھا اور ۲۲؍مارچ کو بعد نماز عشاء ختم نبوت کانفرنس منعقد کی، جس میں نعت اور تلاوت کے بعد مولانا عباس اختر، مولانا عبدالستار گورمانی، مولانا اللہ وسایا اور راقم کے بیانات ہوئے اور یوں یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لودھراں کے امیر مولانا محمد مرتضیٰ کی والدہ محترمہ ۲۲؍مارچ کو انتقال فرماگئیں۔ مرحومہ صابرہ، شاکرہ، عابدہ اور صالحہ خاتون تھیں۔ مرحومہ کے شوہر مولانا محمد موسیٰ لودھراں کے بہادر عالم دین اور مناظر ختم نبوت تھے۔ غربت ومسکنت کے باوجود علاقہ میں جہاں کہیں قادیانیت کے شرور وفتن کا سنتے مرزا کی کتابیں اٹھاکر پہنچ جاتے اور قادیانی ان کے ساتھ گفتگو کی تاب نہ لاکر بھاگنے پر مجبور ہوجاتے۔

مرحومہ کی نماز جنازہ ۲۳؍مارچ صبح نو بجے میونسپل گراؤنڈ لودھراں میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ دارالعلوم مدنیہ بہاولپور کے مہتمم شیخ الحدیث مولانا عطاء الرحمن مدظلہ نے پڑھائی، جس میں علاقہ بھر کے علماء کرام، حفاظ، قراء اور نیک لوگوں نے کثرت سے

شرکت کی۔ مولانا اللہ بخش، مولانا محمد میاں، مولانا محمود الحسن اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی مولانا محمد اسحاق ساقی اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے کی۔

مدارس میں بیانات: ۲۳؍مارچ نماز جنازہ سے فارغ ہوکر جامعہ سراج العلوم لودھراں میں مولانا محمد اسحاق ساقی کا صبح ۱۰ سے ساڑھے دس بجے تک بیان ہوا۔ جامعہ دارالقرآن کہروڑپکا میں مولانا ساقی نے گیارہ سے ساڑھے گیارہ بجے تک بیان کیا۔ جامعہ باب العلوم میں ساڑھے بارہ سے ایک بجے تک مولانا ساقی اور سوا ایک بجے تک راقم کے بیانات ہوئے۔ ڈھائی سے سوا تین بجے تک راقم نے جامعہ ابوہریرہ میلسی میں بیان کیا۔

خطبہ جمعہ جھاوریاں میں: جھاوریاں میں جامع مسجد قاضیاں مجلس کا قدیمی مرکز ہے، جامع مسجد قاضیاں کے سابق خطیب مولانا قاضی عبدالمالک مجلس کی مرکزی شوریٰ کے ایک عرصہ تک ممبر رہے اور مجلس کے مرکز جابہ کے انچارج بھی، جابہ کا مرکز جب تعمیر ہورہا تھا تو ”فقی“ کے قاضی مولانا محمد رضا اور جھاوریاں مولانا قاضی عبدالمالکؒ اس مرکز کی تعمیر کے انچارج تھے اور یہ حضرات تاحیات مرکز جابہ وادی سون سیکسر کے انچارج رہے۔ اب اس مرکز کی تعمیری نگرانی مولانا قاری عبیدالرحمن اور جناب خالد محمود ایڈووکیٹ اور تلہ گنگ کی جماعت کررہی ہے۔ ۱۵؍مارچ کا خطبہ جامع مسجد جھاوریاں ضلع سرگودھا میں راقم نے دیا اور جامع مسجد علی المرتضیٰ میں مولانا محمد نعیم لاثانی نے بیانات کئے۔

مولانا قاضی عبدالقادرؒ جھاوریاں: مولانا قاضی عبدالقادرؒ جھاوریاں کی معروف دینی شخصیت تھے، جنہوں نے بانی تبلیغ مولانا محمد الیاسؒ کے ساتھ وقت گزارا۔ فنافی التبلیغ جناب حاجی عبدالوہاب مدظلہ امیر تبلیغی جماعت رائے ونڈ کو دعوت و تبلیغ کے میدان میں لانے والے مولانا قاضی عبدالقادرؒ تھے، جنہوں نے ابتدائی دینی تعلیم جھاوریاں کے ایک معروف عالم دین مولانا محمد رفیق سے حاصل کی جو قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کے بھی استاذ محترم تھے۔ دورہ حدیث جامعہ امینیہ دہلی مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ سے کیا۔ اصلاحی تعلق شیخ کامل حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے رہا اور مجاز خلافت ہوئے۔ حضرت رائے پوریؒ چونکہ تحریک ختم نبوت کے سرپرستوں میں سے تھے، اس لئے حضرت قاضی صاحبؒ اپنے پیر بھائیوں اور ان کی برپا کی ہوئی تحریک، تحریک ختم نبوت سے والہانہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ رائے ونڈ کے مقیمین میں سے تھے۔ اجتماع گاہ کا رقبہ اکثر انہیں کا خرید کردہ ہے، ان کے فرزند ارجمند قاضی محمود حسن تھے جو جوانی میں داغ مفارقت دے گئے۔ بہرحال قاضی خاندان کی جھاوریاں میں دینی وتبلیغی خدمات انتہائی قابل قدر ہیں۔ اس وقت مسجد قاضیاں کے خطیب حضرت مولانا قاضی عبدالمالکؒ کے فرزند ارجمند مولانا قاضی عبدالرزاق ہیں جو بہادر اور جرأت مند عالم دین ہیں۔ قبل عصر ان سے اجازت لے کر ملک وال کی طرف روانہ ہوئے جو جھاوریاں سے تقریباً ایک سو کلو میٹر شمال کی طرف ہے۔

ملک وال ختم نبوت کانفرنس: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام ۲۵؍مارچ کو مغرب کے بعد میلاد چوک میں ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام کیا گیا، جس کے لئے بھرپور محنت کی گئی اشتہارات، پینا فلیکس، دعوت نامے، اسٹیکرز غرضیکہ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق مجلس کے کارکن اپنے ضلعی امیر، ضلعی مبلغ مولانا قاری عبدالواحد، مولانا محمد قاسم سیوطی کی نگرانی میں شب و روز محنت میں مصروف رہے۔ سوئے اتفاق ۲۵؍مارچ صبح سے بارش کا نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہوا، تمام انتظامات دھرے رہ گئے تو مجبوراً ایک جامع مسجد میں کانفرنس کو منتقل کرنا پڑا، چنانچہ کانفرنس سے مولانا محمد اکرم طوفانی، مولانا مفتی طاہر مسعود، مولانا قاضی کفایت اللہ، مولانا محمد نعیم مبلغ خوشاب، مولانا محمد عارف شامی مبلغ گوجرانوالہ، جناب برق اور راقم نے خطاب کیا۔ نعتیہ کلام وقفہ وقفہ سے مولانا محمد قاسم گوجرانوالہ پیش فرماتے رہے اور یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہا۔ کانفرنس کی صدارت خانقاہ سراجیہ کندیاں کے سجادہ نشین اور ہمارے مخدوم زادہ مولانا صاحبزادہ خلیل احمد نے کی اور حضرت کی دعا پر کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔

ختم نبوت کورس ڈیرہ اسماعیل خان: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام ڈیرہ ختم نبوت مسجد کشتری بازار میں ۲۵ تا ۲۷؍مارچ کو سہ روزہ کورس رکھا گیا۔ جس میں بندہ نے بھی شرکت کرنا تھی، مجلس کے مجذوب صفت بزرگ راہنما مولانا محمد اکرم طوفانی نے ڈیرہ اسماعیل خان کے مضافات خانقاہ موسیٰ زئی شریف میں منعقد ہونے والی عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس میں شریک ہونا تھا، ان کے حکم پر راقم مولانا عمر حیات کی معیت میں سرگودھا حاضر ہوا۔ انہیں اور مولانا راشد مدنی کو لے کر ڈیرہ اسماعیل خان کے لئے روانہ ہوگئے۔ مولانا راشد تو خانقاہ سراجیہ کے لئے کندیاں موڑ اتر گئے، بقیہ حضرات مولانا محمد اکرم طوفانی کی قیادت میں ڈیرہ کے لئے روانہ ہوئے، چشمہ بیراج کے راستہ ڈیرہ اسماعیل خان پہنچے۔ مولانا طوفانی ڈیرہ سے خانقاہ موسیٰ زئی شریف کے لئے روانہ ہوگئے۔ ڈیرہ کورس میں ۲۵؍مارچ کو مقامی علماء کرام مولانا مفتی

عبدالواحد قریشی، قاری محمد خالد گنگوہی اور دیگر کے لیکچر ہوئے۔ ۲۶ رمارچ کو تین سے پونے چار تک تلاوت ونعت کے بعد ضلعی مبلغ مولانا حمزہ لقمان نے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت پر لیکچر دیا۔ پونے چار سے سوا پانچ تک راقم نے قادیانیوں کے مسلمانوں کے ساتھ اختلافات پر روشنی ڈالی۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور رفع ونزول پر تفصیلی بیان کیا اور قادیانیوں کے عقلی اور نقلی اشکالات کے جوابات دیئے۔ نیز رات کو عشاء کے بعد شورکوٹ یونٹ کے زیراہتمام جامع مسجد فاروق اعظم میں جلسہ منعقد ہوا، جس میں مولانا حمزہ لقمان، مولانا محمد نعیم مبلغ خوشاب اور راقم الحروف کے بیانات ہوئے اور جلسہ رات گئے تک جاری رہا۔ رات کا قیام مولانا مفتی عصمت اللہ کے ہاں رہا۔ ۲۶ رمارچ قائد جمعیت مولانا فضل الرحمن مدظلہ کے جامعہ معارف شرعیہ میں حاضری دی۔ بعد نماز ظہر کورس کی تیسری نشست ہوئی، جس سے مولانا محمد نعیم اور راقم الحروف کے لیکچرز ہوئے۔ ڈیرہ اسماعیل خان سے ہمارے ایک بہترین بزرگ دوست مولانا غلام رسولؒ فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور کی وفات پر ان کے رشتہ داروں سے تعزیت کی۔ مجلس ڈیرہ کے ناظم اعلیٰ مولانا قاضی عبدالحلیم، امیر محمد شعیب گنگوہی، مولانا قاری محمد نواز فاروقی کے فرزند گرامی مولانا قاری اعجاز فاروقی سے ملاقات رہی اور ڈیرہ میں مجلس کی کارکردگی کو اور بہتر بنانے کے لئے تجاویز پر غور وخوض ہوا۔ جامعہ نعمانیہ صالحیہ کے شیخ الحدیث مولانا اشرف علی مدظلہ بھی تشریف لائے اور انہوں نے ایک نشست کی صدارت بھی فرمائی اور دعائے خیر سے بھی نوازا۔

جامعہ دارالہدیٰ چوک اعظم: کورس سے فارغ ہوکر راقم مولانا محمد نعیم کی رفاقت میں چوک اعظم کے لئے روانہ ہوا۔ رات کا قیام دارالہدیٰ چوک اعظم میں ہوا۔ ۲۸ رمارچ صبح کی نماز کے بعد چوک اعظم کی جامع مسجد اللہ اکبر میں درس دیا اور آٹھ بجے کے بعد دارالہدیٰ کے کتابی طلباء سے خطاب کیا۔

شرف الاسلام جامعہ قاسمیہ چوک سرور شہید: ہمارے استاذ جی حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کے قدیمی شاگردوں میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید فاروقی مدظلہ نے شاندار مدرسہ قائم کیا، جس میں دورۂ حدیث شریف سمیت تمام اسباق ہوتے ہیں۔ اہتمام وانصرام مولانا کے فرزند گرامی مولانا سعیداللہ ارشد سلمہ کے سپرد ہے۔ جامعہ شرف الاسلام میں ساڑھے گیارہ سے سوا بارہ بجے تک طلبا سے خطاب کیا اور چناب نگر کورس میں شرکت کی دعوت دی۔ پندرہ ساتھیوں نے نام لکھوائے۔

☆☆......☆☆

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ
مکمل علاج، مکمل خوراک
قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام
فیصل
معجون قوتِ اعصاب زعفرانی
33 اجزاء کا کسیر مرکب

☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پرکیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید

زعفران	جائفل	[illegible]	مغز بندق	آرد خرما	جوہر آہن
مصطگی	جلوتری	[illegible]	مغز بنولہ	سنگھاڑا	کشتہ چاندی
مروارید	دارچینی	اکر	الائچی خورد	بیج کاکنج	[illegible]
ورق طلاء	لونگ	مائیں	الائچی کلاں	[illegible]	33 اجزاء
ورق نقرہ	گوند کیکر	[illegible]	ترنجبین	[illegible]	
مغز چلغوزہ	مغز بادام	[illegible]	بہمن سفید	گوند کتیرہ	

معجون تسکین دل
دل کے تمام امراض کے لیے مفید ہے
دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ
دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا
اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔
قیمت 1200 روپے
جگر ومعدہ کی اصلاح کرکے نیا خون پیدا کرتا ہے۔
وزن 500 گرام
عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی مؤثر اور مفید ہے۔

آب سیب	آب انار	آب ادرک	ورق نقرہ	تخم خرفہ
آب بہی	آب لیمن	شہد خالص	بہمن سفید	عود ہندی
زعفران	مروارید	ورق طلاء	کشنیز	بادرنجبویہ
ابریشم	گل سرخ	گل نیلوفر	تخم کاہو	درونج عقربی
صندل سفید	طباشیر	آملہ	جوہر مرجان	مغز تربوز
[illegible]	الائچی خورد	کہربائی	بہمن سرخ	

پاکستان بھر میں فری ہوم ڈلیوری
0314-3085577
فیصل FOODS سٹار پلاٹ نمبر 6 ڈی گراؤنڈ پیپلز کالونی فیصل آباد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے
مرکزی دار المبلغین کے زیر اہتمام

مدرسہ ختم نبوۃ مسلم کالونی چناب نگر

35 واں

سالانہ ختم نبوۃ کورس

نامور علماء و مناظرین و ماہرین فن لیکچر دیں گے ان شاء اللہ

14 مئی 2016 تا 3 جون 2016

بمطابق

6 شعبان 1437 تا 26 شعبان 1437

زیر سرپرستی

استاذ المحدثین حضرت مولانا ڈاکٹر

عبد الرزاق اسکندر صاحب

دامت برکاتہم

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

نوٹ: کورس میں شرکت کرنے والے ہر طالب علم کو مجلس کی طرف سے 5 ہزار روپے کی کتب فری دی جائیں گی

- کورس میں شرکت کے خواہشمند حضرات کیلئے کم از کم درجہ رابعہ یا میٹرک پاس ہونا ضروری ہے
- شرکاء کو کاغذ، قلم، رہائش، خوراک، نقد وظیفہ، منتخب کتب کا سیٹ دیا جائے گا
- کورس کے اختتام پر امتحان ہوگا کامیاب ہونے والوں کو اسناد دی جائیں گی نیز پوزیشن حاصل کرنے والوں کو اضافی کتب دی جائیں گی
- داخلہ کے خواہشمند سادہ کاغذ پر درخواست ارسال کریں جس میں نام، ولدیت مکمل پتہ اور تعلیمی تفصیل لکھی ہو موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا انتہائی ضروری ہے

برائے رابطہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر ضلع چنیوٹ

0300-4304277

0300-6733670